

خراب کر لوینے کے لئے نت نئی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے غیر ملکیتوں پر ہمیں کڑی نظر رکھنی چاہئے۔

اس کہانی میں عمران نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ دیکھئے کہ وہ سنگ ہی سے کس طرح نپٹتا ہے۔

کیا یہ کہانی ویسی ہی نہیں ہے جیسی آپ چاہتے ہیں۔ اس میں آپ کو ایڈونچر، سسٹمز اور ایکشن سب ہی ملے گا۔ سنگ ہیچند محتاط رہا ہے۔ مکمل کر عمران کے مقابلے پر نہیں آیا۔ اس کے گرد جس قسم کا جال پھیلاتا رہا تھا اس کا تقاضا یہی تھا کہ دور ہی سے پھینچ چھٹاڑ جاری رکھتا۔ پھر کیا؟ وہ اپنی تنگ و دو میں کامیاب ہو سکا تھا۔ عمران بڑا وقت چوکتا ہے اور سنگ کا سارا کیا دھرا چھوٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔

آئندہ ناول میں بھی عمران ہی سے ملے۔ لیکن اس کا نیا روپ آپ کو چوٹ کا دے گا۔

فلم ”دھماکہ“ سے متعلق استفسارات کے جواب میں عرض ہے کہ یہ تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کر رہی ہے اور میں ابھی تک نظروں اور جیمسن کے رولز سے مطمئن ہوں شاید آپ بھی فلم دیکھ کر یہی کہہ سکیں کہ بے شک ان دونوں کے علاوہ اور کوئی ان کرداروں پر پورا نہ اتر سکتا۔

ابن صفی

۲۶ اکتوبر ۱۹۷۲ء



المرشد بڑی شاندار عمارت تھی۔ محل وقوع ایسا تھا کہ سردار گلہ کے ہر حصے سے دکھائی دیتی تھی۔

اونچے اونچے درختوں کے درمیان اس کی بالائی منزل کی روشنیات اندھیری رات میں ایسی تھیں جیسے آتش بازی چھوٹ رہی ہو۔

ایک سال پہلے یہ عمارت تاریک اور دیران دکھائی دیتی تھی۔ اس کا نام المرشد بھی نہیں تھا۔ عمارت دوسری عالم گیر جنگ کے دوران میں تعمیر ہوئی تھی اور اس کا نام ہی مون بیلنس رکھا گیا تھا۔ یہ دراصل ایک فوجی انجینئر کی ملکیت تھی۔ بن کر تیار ہوئی تھی تو ایک ایسے فوجی افسر کے پاس پر دے دی گئی جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ انگریزی کرٹل تھا اس کی خوش فودوی لڑائی ناظر اس کا نام ہی مون بیلنس رکھا گیا تھا۔

یہ عمارت دوبارہ بعد ہی خالی ہو گئی تھی۔ کیونکہ ایک صبح کرن اور اس کی بیوی مردہ پائے گئے۔ کسی نے انہیں قبر سے دیا تھا۔ اس کے بعد چھ ماہ تک خالی پڑی رہی تھی۔

دوسرے میزبان میں کسی بڑے سرمایہ دار نے اسے کرائے پر لیا۔ لیکن اس کا خاندان وہاں سے زیادہ قیامت کر رکھا تھا۔ کیونکہ وہ اسے آسیب زدہ معلوم ہوئی تھی۔

حال کے بعد دیگرے کئی کرائے دار آئے تھے اور آسیب زدگی ہی کی بنا پر وہاں مقیم نہ ہو سکتے تھے۔

۱۹۷۲ء ایک سال پہلے کسی ”مرشد“ کے چھ دنوں نے اسے خرید لیا اور ہی مون بیلنس کی عمارت کو ”المرشد“ رکھ دیا۔

پھر تو اس مرشد کی دھوم مچ گئی تھی۔ اس نے نہ صرف اس عمارت کو آسیب سے نجات دلائی تھی بلکہ آسیب زدہ ذہنوں کی بھی صفائی کرنے لگا تھا۔ جو اس عمارت میں قدم رکھتا مرشد کا ہی ہو رہتا۔ ان میں عورت مرد سب ہی شامل تھے۔ سردار گڈھ کے سر پر آوردہ لوگ بھی رفتہ رفتہ مرشد کے معتقدین میں شامل ہوتے چلے گئے تھے۔ ان میں مقامی انتظامیہ کے بعض اعلیٰ عہدے دار بھی تھے۔

مرشد کی خصوصیت یہ تھی کہ کبھی کوئی نذرانہ قبول نہیں کرتا تھا۔ اس کے برعکس ناداروں پر اپنی جیب سے خرچ کرتا۔ ”المرشد“ کا ایک دروازہ ”باب المراد“ کہلاتا تھا۔ جس پر حاجت مندوں کی بھیڑ رہتی تھی۔

”المرشد“ کے باہر سردار گڈھ کے لوگ مرشد کے بارے میں کچھ اس قسم کی باتیں کرتے۔ ”بہت پیچھا ہوا ہے۔“

”دنیا کے سارے مذاہب کے بارے میں جانتا ہے اور ان پر سیر حاصل بحث کر سکتا ہے۔“

”دنیا کی درجنوں زبانیں اہل زبان کی طرح بول سکتا ہے۔“

”غیب کی باتیں بتاتا ہے۔“

”بوتلوں پر بوتلیں خالی کرتا چلا جاتا ہے لیکن نشہ نہیں ہوتا۔“

”ارے میاں تم کیا جانو کیا پیتا ہے یہ اہل اللہ ہیں۔۔۔ بظاہر ایسی حرکتیں اس لئے کرتے ہیں کہ دنیا والے انہیں برا سمجھ کر ان سے دور رہیں تاکہ ان کے وظائف میں خلل نہ پڑ سکے۔“

”عورتوں سے چھیڑ خانی بھی تو کرتا ہے۔“

”سب میں ایک ہی جلوہ دیکھنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اچھا بتاؤ۔۔۔ کبھی کسی عورت سے اس کی چھیڑ خانی کا برا بھی مانا۔“

”ہاں۔۔۔ یہ بات تو ہے۔۔۔ وہ تو اس کے گرد پروانوں کی طرح پھرتی ہیں۔“

”ذرا آپ خود کسی عورت سے چھیڑ خانی کر کے دیکھئے۔“

”مجھے تو اس پر حیرت ہوتی ہے۔ اتنا دلا پتلا اور اتنا طاقت ور۔۔۔۔۔“

”وہ کیسے بھائی۔۔۔۔۔؟“

”ہو لا پہلوان سردار گڈھ کی ناک ہے۔ ذرا اس سے پوچھو کہ مرشد سے صاف کیسے۔“

لوں تک اپنے ہاتھ کی مالش کراتا رہا تھا۔

”جو حاجت لے کر جاؤ پوری ہوتی ہے۔“

”خوب یاد آیا۔۔۔۔۔ پچھلے دنوں ایک قاتل کے لئے پولیس نے سردار گڈھ کی ناک بند کی کہ وہ یہاں سے نکل کر نہ جانے پائے وہ چھپتا چھپاتا مرشد کے پاس جا پہنچا اس کے بعد پتا ہی نہ چل سکا کہ وہ کہاں گیا۔ پولیس جانتی ہے کہ مرشد کے پاس گیا لیکن کسی میں اتنی ہمت ہے کہ وہ مرشد سے کچھ پوچھ سکے۔“

”تو اس کا مطلب یہ کہ وہ مجرموں کی پشت پناہی کر کے قانون شکنی کا مرتکب رہا ہے۔“

”چشم ظاہر بین کے بس کا روگ نہیں کہ حقیقت تک پہنچ سکے تم دیکھ لینا کہ وہ ایک دن ولی اللہ بن کر المرشد سے برآمد ہوگا۔“

اسی قسم کی بہتری باتیں مرشد سے منسوب کی جاتی تھیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ وہ اپنے عقیدت مندوں کے حلقے میں بیٹھ کر علانیہ شراب نوشی کرتا تھا۔ لیکن کسی کی کان پر جوں کی توڑ لگتی تھی کسی کا دل اس کی عقیدت سے خالی نہیں ہوتا تھا۔

سرن بھی اس کے عقیدت مندوں میں سے تھی۔ سردار گڈھ کے اس بینک سے اس کا تعلق تھا جہاں غیر ملکی کرنسی کا کاروبار ہوتا تھا۔ ٹورسٹ وہیں اپنے ڈالر اور پونڈ بدلواتے۔ ایک دن وہاں یہ کہ سرن کی تحویل سے پانچ سو ڈالر کے نوٹ غائب ہو گئے۔ بے حد پریشانی کی بات ہوئی۔ سو ڈالر کہاں سے حاصل کئے جاسکتے تھے۔ کمی پوری کئے بغیر اس پر غبن کا مقدمہ قائم ہو گیا تھا۔ ملازمت الگ جاتی۔ اس پر ایک بوڑھی ماں اور دو چھوٹے بھائیوں کا بار تھا۔ باپ کے

پہن ہی میں محروم ہو گئی تھی۔ ماں نے کسی نہ کسی طرح اسے تعلیم دلوائی تھی۔ پھر وہ رشتے دار کی کوششوں سے اسے بینک کی ملازمت مل گئی تھی اور یہ چھوٹا سا کنبہ کسی

ملازمتی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا تھا۔ لیکن اس تازہ افتاد نے سرن کے حواس گم کر دیے۔ اس کی ہوئی رومات وہ صرف چوبیس گھنٹے تک اپنی تحویل میں رکھ سکتی تھی۔ اس کے

دعاؤں اور آفس بھجوانا ہوتا تھا۔ وہ بُری طرح زور ہو گئی تھی۔ اچانک اسے ”المرشد“ کے

بار کا خیال آیا۔

وہاں جا پہنچی تھی۔

مرشد کا ایک مرید ناداروں میں کھانے پینے کی چیزیں اور رقومات تقسیم کر رہا تھا۔ وہ انہیں حاجت مندوں کی لائین میں کھڑی ہو گئی۔

مرید نے اسے حیرت سے دیکھا تھا کیونکہ وہ ناداروں میں سے نہیں معلوم ہوتی تھی۔

”فرمائیے....!“ اس نے بڑے ادب سے پوچھا تھا۔

”میں اپنی حاجت مرشد ہی کو بتا سکتی ہوں۔!“

”بہتر ہے.... آپ اس دروازے سے اندر تشریف لے جائیے۔!“

”لیکن میں سب کے سامنے کس طرح کہوں گی۔!“

”میں سمجھتا ہوں۔ اسی لئے اس دروازے سے بھیج رہا ہوں۔ جب آپ کمرے میں پہنچیں گی

تو مرشد کو خود بخود اطلاع ہو جائے گی کہ کوئی تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔!“

وہ اس کمرے میں پہنچی ہی تھی کہ ایک دہلا پتلا اور لمبا آدمی بائیں طرف کے دروازے سے داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر شہرے رنگ کی گھنی ڈاڑھی تھی اور چھوٹی چھوٹی آنکھیں برقی قلموں کی طرح روشن تھیں۔

بے حد نرم آواز میں اس نے نسرین کو مخاطب کیا۔ ”کیا چاہتی ہو....؟“

وہ بدحواسی کے عالم میں اپنی پتادہرانے لگی۔

”اپنا بیگ.... باہر لان پر پھینک آؤ۔ غیب سے مدد ہو گی۔!“

وہ باہر گئی تھی اور بیگ لان پر پھینک آئی تھی۔

مرشد آنکھیں بند کئے کھڑا تھا۔ واپس آکر وہ بھی چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد مرشد نے آنکھیں کھولیں تھیں اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا تھا۔

”بیگ اٹھا کر سیدھی گھر جانا اور وہیں کھول کر دیکھنا.... جاؤ....!“

وہ جانے کے لئے مڑی ہی تھی کہ مرشد ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ٹھہرو.... تم نے پولیس کو

نہیں مطلع کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ نوٹ تمہارے بیگ ہی کے کسی آدمی نے اڑائے ہوں گے۔“

”سب سے پہلے فیجر کو مطلع کرنا پڑتا۔“ وہ روہانسی ہو کر بولی۔

”تو پھر کیوں نہیں کیا تھا....؟“

”وہ یہی تو چاہتا ہے کہ میں گڑگڑاتی ہوئی اس کے قدموں پر سر رکھ دوں۔!“

”ہوں.... اچھا.... میں سمجھ گیا.... تم بہت شریف اور نیک لڑکی ہو....! نوٹ خود اسی

نے غائب کرائے ہوں گے.... اچھا جاؤ.... اسے بھی سزا ملے گی۔!“

وہ بدحواسی کے عالم میں باہر نکلی تھی۔ لان پر سے اپنا بیگ اٹھایا تھا اور گھر کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔

مرشد کی ہدایت کے مطابق گھر پہنچ کر ہی بیگ کھولا تھا۔ مطلوبہ فارن کرنسی بیگ میں موجود تھی۔

پھر وہ اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی جیسے کسی قریبی عزیز کی موت واقع ہو گئی ہو۔

دوسری صبح جب بینک پہنچی تو ایک حیرت انگیز خبر پہلے ہی سے اس کی منتظر تھی۔ فیجر کے

ایک ٹی ملازم نے ایک پیکٹ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ”فیجر صاحب نے دیا ہے۔ کل

رات کو ان کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ اسپتال میں داخل ہیں۔ بہت چوٹیں آئی ہیں۔!“

کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے پیکٹ کھولا تھا اور متحیر رہ گئی تھی۔ اس میں پانچ سو ڈالر کے وہ نوٹ

دیکھتے جو پچھلے دن دروازے غائب ہو گئے تھے۔ ان کے ساتھ ایک پرزہ بھی تھا جس پر فیجر

لکھا تھا۔ ”کل تم یہ نوٹ کاؤنٹر پر بھول گئی تھیں۔ بھجوا رہا ہوں۔ میرے لئے دعا کرو....“

”اللہ رومی ہو گیا ہوں....!“

اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر آنسو تیرنے لگے اور دل مرشد کی عقیدت سے لبریز ہو گیا۔

اسی شام کو وہ پھر المرشد جا پہنچی تھی۔ مرشد کے عطا کئے ہوئے نوٹ اس کی خدمت میں

دفع کر کے ہوئے نئی رو دوا دہرائی تھی۔

”تو.... اب میں ان کا کیا کروں.... جو تمہیں مل گیا وہ تمہارا ہے۔!“ مرشد نے کہا۔

”میں دوسرے مستحق کے کام آئیں گے۔ میرا کام نکل گیا۔ میں صرف اپنی محنت کا کھانا

کھاؤں۔ ویسے مجھے اجازت دیجئے کہ کبھی کبھی زیارت کے لئے حاضری دیا کروں۔!“

”المرشد کے دروازے ہر وقت ہر ایک کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ تم بہت اچھی لڑکی ہو۔

لئے دعا کروں گا۔!“

کبھی کبھی المرشد جاتی رہی تھی۔ وہاں سردار گڈھ کے تعلیم یافتہ اور دولت مند

لوگوں کی اور بھی خواتین موجود ہوتی تھیں۔

ان کے طبقے میں عورت اور مرد سب ایک ساتھ بیٹھتے تھے۔ کوئی کسی سے اجتناب نہیں

کر تا تھا۔ خود بیٹھا شراب پیتا رہتا تھا۔ لیکن اور کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہاں اس حلقے میں شراب پی سکتا۔

مرشد پیتا رہتا اور اس کی نہ رکنے والی زبان خوب صورت الفاظ کی بارش کرتی رہتی مر حیا اللہ کا غلطہ سامعین کی طرف سے بلند ہوتا۔ اس وقت بھی وہ بڑی دھواں دھار تقریر کر رہا تھا بڑا سخت تھا جس پر بیش قیمت قالین بچھا ہوا تھا اور گاؤں کے سے ٹیک لگائے وہ اس طرح بیٹھا تھا جیسے نیچے فرش پر بیٹھنے والے معتدین اس کے پشتی غلام ہوں۔ ان میں نسرین بھی اور شروع ہی سے محسوس کرتی رہی تھی کہ مرشد صرف اسے ہی دیکھتا رہا ہے۔ کچھ دیر بعد یہ سہ کر اُسے وحشت ہونے لگی کہ دوسرے بھی اسے محسوس کر رہے ہوں گے۔

دفعتاً مرشد مسکرایا اور اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ ”لو کی بڑی بات یہاں کون ہے میرے بارے میں کوئی بڑی بات سوچ سکے!“

نسرین بوکھلا گئی۔ کچھ کہنا چاہا لیکن زبان نے ساتھ نہ دیا۔ مرشد اتنا کہہ کر دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ لیکن مجمع نسرین کو گھورنے لگا۔

”اپنی نظریں نیچی کر لو۔۔۔!“ اچانک مرشد تیز لہجے میں بولا۔ ”یہاں سب برابر ہیں معتدین نے اپنے سر جھکا لئے۔ مرشد پھر بولا۔ ”یہاں کوئی کسی کو شرمندہ نہیں کر سکتا۔“

نسرین کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ لوگ اس کے بارے میں نہ جانتے سوچ رہے ہوں۔ ٹھیک اسی وقت قریب بیٹھی ہوئی عورت نے اس کی مشکل آسان کر دی۔

”اٹھ چلو۔۔۔!“ اس نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا اور ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

سبوں کے سر جھکے ہوئے تھے اور اب ایک تنفس بھی اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ عورت اُسے بائیں جانب کے ایک دروازے سے دوسرے کمرے میں لائی اور

پشت پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔ ”گھبراؤ نہیں۔! مرشد تمہیں کچھ تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ خصوصیت سے مخاطب نہیں کرتے۔ جسے یہ شرف حاصل ہو جائے اُسے اپنی قسمت چاہئے۔!“

”مم۔۔۔ میں نہیں۔۔۔ کبھی۔۔۔!“ نسرین ہلکائی۔

”بیٹھ جاؤ۔۔۔!“ وہ اسے مسہری کے قریب پڑی ہوئی آرام کرسی پر بٹھاتی ہوئی بولی۔

کچھ سمجھ جاؤ گی۔ ٹھہرو۔۔۔ میں تمہیں کچھ پینے کو دیتی ہوں۔ اس سے اعصابی تناؤ کم ہو جائے گا۔“ وہ اُسے وہیں چھوڑ کر کسی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس عورت کے انداز سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اسی عمارت میں رہتی ہو۔

نسرین مرشد کے بارے میں سوچتی رہی لیکن ڈر کے مارے کوئی بڑی بات نہ سوچ سکی۔ وہ تو ایسا ات پڑھ لیتا ہے۔ آج کا تجربہ حیرت انگیز تھا۔ وہ روشن ضمیروں کی کہانیاں سنتی آئی تھی۔ ان انہیں حقیقت سمجھ لینے پر کبھی تیار نہیں ہوتی تھی۔

”اب کیا حال ہے۔۔۔؟“ عورت کی آواز سن کر چونک پڑی۔ وہ کسی مشروب کا گلاس لئے اُسے واپس آگئی تھی۔

”ٹھیک ہوں۔۔۔!“ نسرین نے دہلی دہلی سی آواز میں کہا۔

”یہ لو۔۔۔! اور اسی دیر میں معمول پر آ جاؤ گی۔!“

اس نے گلاس اس سے لے لیا۔ دور ہی سے مشروب کی مسکراہٹ دیکھ کر خوشبو آئی تھی۔ لذیذ بھی

تھا۔ ہر گھونٹ سکون بخش رہا تھا۔ ذہن پر چھائی ہوئی وحشت حیرت انگیز طور پر زائل ہوتی رہی تھی۔ لیکن پھر ذرا ہی سی دیر میں محسوس ہونے لگا جیسے اُس میں ہاتھ پیر ہلانے کی بھی سکت

ہو گی ہو۔ سکون ہی سکون۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ دیکھ رہی تھی۔۔۔ سن رہی تھی۔۔۔ لیکن اس عورت نے کہا۔ ”اٹھو۔۔۔ چل کر وہیں بیٹھیں۔۔۔!“ تو وہ انتہائی کوشش کے باوجود بھی

رہا۔۔۔

”اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ میں سمجھی۔۔۔ ابھی تھکن دور نہیں ہوئی۔!“ عورت نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔

اس نے جواب میں اپنی کیفیت بتانی چاہی تھی۔ لیکن جو کچھ کہنا چاہتی تھی ذہن ہی میں پکرا

ہوا۔۔۔



عمران نے ذہنی دُسن کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ ”تم پھر سے جوان ہو رہے ہو۔۔۔ اور ابھی بات نہیں۔“

”بھلا تم نے کس بات سے اندازہ لگایا ماسٹر۔۔۔؟“

”تمہارے سر کس کا کوئی مسخرہ کل کبہ رہا تھا۔“

”کس بنا پر کہہ رہا ہے۔۔۔؟“

”مونی کارا کون ہے۔۔۔؟“

’ذہنی چونک کر عمران کو گھورنے لگا۔ پھر اُس کے چہرے پر ناگواری کے آثار نظر آئے۔ سامنے بنا کر بولا۔ ”ماسٹر۔۔۔ میری عادت نہیں ہے کہ انتہائی قریبی دوستوں کے غلطی معاملہ میں بھی دخل اندازی کروں اور اپنے لئے بھی یہی پسند کرتا ہوں۔“

”ہوں۔۔۔؟“ عمران نے اسے بغور دیکھتے ہوئے طویل سانس لی اور چند لمبے خاموشی

سوال کیا۔ ”تینوں لڑکیاں کہاں ہیں۔۔۔؟“

”وہ بچہ فضا سے سردار گندھ سے نکل گئی ہوں گی۔“

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔۔۔؟“

”مونی کارا کو میں چھوڑ کر اس سے جانتا ہوں۔ میک اپ کی ماہر ہے۔ لڑکیوں کی

تبدیل کر کے یہاں سے نکال لے گئی۔“

”تم نے میرے مشورے کے بغیر یہ قدم کیوں اٹھایا۔۔۔؟“

”لڑکیوں کو دافوں پر نہیں لگایا جاتا تھا۔“

”وہ لگ گئیں بوڑھے بیٹے۔۔۔؟“

”نک۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔؟“

”آؤ۔۔۔! میرے ساتھ اپنی آؤٹ آف ڈیٹ محبوبہ مونی کارا کا مسٹر بھی دیکھ لو۔“

”نک۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔ مجھے بتاؤ تو۔۔۔؟“

”بس دیکھ لینا اپنے غلط معاملے کو۔۔۔!“

خسے سے باہر نکل کر دونوں جیب میں بیٹھے۔۔۔ عمران ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔

”کچھ تو بتاؤ ماسٹر۔۔۔ میں بہت پریشان ہوں۔۔۔!“

”مونی کارا کی شکل دیکھ کر تمہاری پچیس سالہ محبت دم توڑ دے گی۔ کیا وہ فراہمی ہے؟“

”ابھی فریج۔۔۔ اُس کا باپ آکر جوتھا۔۔۔ ماں فراہمی۔۔۔!“

”اور عاشق۔۔۔ لطف سے آؤ۔۔۔!“

”کچھ بتاؤ بھی تو۔۔۔!“ ذہنی اپنے سر پر دو تھوڑا سا ہوا پینچا۔

”اُس کے چہرے پر بڑے بڑے سیاہ دھبے پڑ گئے ہیں اور وہ کسی کو اپنا منہ دکھانے پر تیار

نہیں۔ ایک جگہ پولیس کو سیدوش پڑی ملی تھی۔“

”نک۔۔۔ کہاں۔۔۔ کس جگہ۔۔۔؟“

”اسی سڑک پر جس سے گزرا کہ وہ سردار گندھ سے باہر جا رہی تھیں۔ گاڑی میں وہ اتنا ملی

تھی۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک جگہ سڑک پر رکاوٹ دیکھ کر اُس نے گاڑی روکی تھی۔ پھر اسے یاد

آئی کہ کیا ہوا۔“

”ب۔۔۔ بہت بُرا ہوا۔۔۔!“

”اور میرا دل چاہ رہا ہے کہ تمہیں نیچے دھکیل کر پیرہ پڑھاؤں۔“

”یہی کرو ماسٹر۔۔۔ میں شکر گزار ہوں گا۔ وہ خود ہی سر ہوئی تھی۔ میں تو نہیں چاہتا تھا کہ

کونسی حالت نکال لے جاؤں گی۔“

”تو تم نے اسے بھی سارے حالات سے آگاہ کر دیا تھا۔“

”اس سبب غلطی ہوئی۔“

”تم پہلے نہیں ہو۔۔۔ اسرارے عاشق اس سلسلے میں یتیم اعلیٰ ہوتے ہیں۔ اپنا سارا کچا

مٹاؤں کے گوش گزار کر دینا فرض منجھی سمجھتے ہیں۔“

”لی۔۔۔ کچھ نہ بولا۔ پولیس اسٹیشن پر پہنچ کر عمران نے گاڑی روکی اور ذہنی سے اترنے کو کہا۔“

”اگر مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔ اب کیا رکھا ہے۔۔۔!“ ذہنی بڑبڑاتا ہوا گاڑی سے اتر کر عمران

کے سرے میں لایا جہاں وہ اوجیز فراہمی سمجرت دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے بیٹھی تھی۔

”اگلا۔۔۔ تم نے۔۔۔؟“ ذہنی دانت چیر کر بولا۔ ”میں منع کر رہا تھا۔“

"یہاں سے چلے جاؤ.... میں کسی سے بھی نہیں ملنا چاہتی...." وہ چہرے سے ہاتھ ہٹاتا۔
بغیر ہولی۔

"ہاں مجھے تو جہنم رسید کر دی چکیں...." ڈینی فریاد۔

"میں گنتی ہوں چلے جاؤ...." وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ چہرے سے ہاتھ بھی ہٹائے۔ اس کے گالوں پر بڑے بڑے سیاہ دھبے تھے۔

"یہ.... یہ.... لگ.... کیسے.... ہوا....؟"

"میں کچھ نہیں جانتی.... یہاں سے چلے جاؤ...."

"اور کیا....؟" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ایسی شکل دیکھنے سے کیا فائدہ.... جاؤ.... وضع ہو جاؤ...." اس نے ڈینی کو دھکیل کر کمرے سے باہر کر دیا اور دروازہ بند کر کے موتی کارا کی طرف مڑا۔
"آتے کب سے جانتی ہو جس کے لئے تم نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے...."

"کیا مطلب....؟"

"مطلب تم اچھی طرح جانتی ہو....؟"

"میں کچھ نہیں جانتی....! میرا چہرہ دیکھو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی...."

"مجھے تمہارے چہرے سے کوئی دل چسپی نہیں....! میں صرف یہ جانتا چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کو کب سے جانتی ہو...."

"میں یہاں ڈینی کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتی جو کچھ بھی کیا تھا اس کی ہمدردی میں کیا تھا۔"

"چلو ٹھیک ہے....! لیکن وہ تمہارا چہرہ کیوں بگاڑ گئے....؟"

"جہیں بتاؤ....! اگر میں اس سازش میں ملوث ہوتی تو میرا اپنا ہشر یہ کیوں ہوتا...."

"شعبے سے ہالاز ہونے کے لئے یہ ضروری تھا...."

"کیا مطلب....؟"

"کتنی رقم وصول ہوئی تھی اس کے عوض....؟"

"یہ الزام ہے....؟"

"اب تم اس کمرے سے حوالات میں منتقل کر دی جاؤ گی...."

"بھی رہائی نصیب نہ ہو سکے گی....!"

"یہ زیادتی ہے.... سر اسر عظم ہے.... بلا ڈینی کو...."

"اب اس سے تمہاری ملاقات حشر ہی کے دن ہو گی...." عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو آہٹ دی اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

باہر نکل کر اس نے ڈینی سے کہا تھا۔ "ہو سکتا ہے وہ اب بھی تمہاری محبوبہ ہو لیکن وہ تمہیں کی ڈیوٹیاں دے گا...."

"میں نہیں سمجھا...."

"وہ اس سازش میں شریک ہے...."

"یقین کرنے کوئی نہیں چاہتا...."

"حق چلا کر ماروں گا اگر یقین نہ کرو گے...."

"م.... میری طبیعت ٹھیک نہیں.... میں واپس جانا چاہتا ہوں...."

"بہر حال اب تمہارا اپنا کھیل ختم ہو چکا ہے۔ تمہارے سلسلے میں مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں...."

"میں نہیں سمجھا...."

"جنوں لڑکیاں واپس مل گئی تھیں...."

"میں سمجھتا ہوں...." ڈینی غصہ سے سانس لے کر بولا اور واپسی کے لئے مڑا ہی تھا کہ عمران نے اس کی بازو پکڑ لیا۔ "تھوڑے.... وہ جتنوں لڑکیاں اس مقدمے میں گولہ کی حیثیت رکھتی تھیں جو تمہاری

حفاظت کی بنا پر غائب ہو گئیں۔ لہذا ان کی پابندی تک اس بار تمہاری ضمانت بھی منظور نہ ہو گی...."

"میں.... کہ میں پھر...." ڈینی ہلکایا۔

"آلی مال.... میری سفارش پر تم اپنی محبوبہ ہی کے ساتھ بند کئے جاؤ گے...." ڈینی خاموش رہا۔

"اس سے اعتراف کرو کہ وہ مجرموں کی آلہ کار ہے...." عمران اس سے قریب ہو کر آہٹ

کر رہا تھا۔ "میں دیکھوں گا...." ڈینی اسے خالی خالی نظروں سے دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔

اس نے اسے وہیں چھوڑ کر باہر نکلا تھا اور جیب میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرنے ہی والا تھا کہ اس نے اس کے لئے اس نے

ہاتھ اٹھایا اور گاڑی سے کود کر دوڑتا ہوا قریب پہنچا۔

”بڑبائی کس... اپنے کمرے سے غائب ہو گئے اور یہ دیکھئے...“ اس نے عمران کی طرف

ایک پرچہ بڑھا دیا تھا۔

”پھر غائب...“ عمران نے پرچہ پر ہاتھ مارتے ہوئے غصہ کی سانس لی۔

پرچے میں تحریر تھا۔

”تمہارا یہ ساتھی تو بے حد زہد و دل ثابت ہوا۔ ایک پینچل سی لڑکی اسے

میرے پاس لے آئی ہے۔ اگر میرے ساتھی رہا نہ کئے گئے تو تمہارے

ساتھی کی لاش سردار گلدھ ہی میں کہیں نہ کہیں ضرور پڑی ملے گی۔“

عمران نے پرچہ پتلون کی جیب میں ڈھونڈتے ہوئے کہا: ”اب تم بھی کوئی پینچل سی

سماش کرو جو اسے واپس لائے۔“

”میں المرشد جا رہا ہوں...“ جنمسن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اسے لڑکی لے گئی ہے اور تم لازماً سعادت مند کی خود ہی پٹے جاؤ گے۔“ عمران نے

انداز میں سر ہلا کر یو لاء۔

”پھر کیا کروں گا... آپ تو ہتا نہیں کیا کر رہے ہیں۔ جب معلوم ہے کہ وہ المرشد

ہے تو پھر کیا دشواری ہے۔“

”میں غلو ص دل سے مشورہ دے رہا ہوں چلے جاؤ المرشد... باب المراد والی اسٹین

جانا۔ جب تم سے تمہاری حاجت پوچھی جائے تو کہہ دینا کہ پاس کی واپسی چاہتا ہوں۔“

”کیا آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں...؟“

”بالکل۔“

”ابھی بات ہے... میں یہ بھی کر گزروں گا۔“

عمران نے ہاتھ ہلا کر اسے گاڑی سے الگ بنایا۔ پھر گاڑی تیزی سے آگے بڑھ

جنمسن وہیں کھڑا رہ گیا وہ نہ اسامہ جٹ کے دور ہوتی ہوئی گاڑی کو گھورے جا رہا تھا۔



المرشد کے باب المراد پر حاجت مندوں کا کیواچہ ہوا تھا۔ جنمسن لوٹت کی طرح

لپکا طر میں داخل ہوا اور لائن میں لگ گیا۔

جب اس کی ہادی آئی تو اس نے مرید سے نظر ملانے بغیر کہن شروع کیا۔

”طلسم ہو شر یا کی ساتوں جلدیں۔ ابرق نامہ، لعل نامہ، خدی نامہ، کوچک باختر، بالا باختر

ہم ہمت بیکر...“

”میں نہیں سمجھا۔“ مرید نے متحیرانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں اور جنمسن کو

ہلکے سے اوپر تک دیکھ کر رہ گیا۔

”کیا میری حاجت ہے۔ آپ نہیں سمجھ سکتے تو مجھے مرشد کے پاس لے چلے۔“

”اس دروازے سے اندر تشریف لے جائیے۔“ مرید ایک طرف ہاتھ اٹھا کر یو لاء۔ جنمسن

نے کی تھر پلکیاٹ کے ساتھ اس کے مشورے پر عمل کیا تھا۔

نامہ در بعد ایک عجیب الحالت آدمی جنمسن کے سامنے کھڑا تھا اور جنمسن کی سمجھ میں نہیں

الاحال اسے اس موقع پر بے ساختہ ہنس پڑنا چاہیے یا سنجیدگی پر قرار رکھنے کے لئے اداکاری کو

کھانا پاتا ہے۔

”کیا جانتے ہو...؟“ مرشد نے بے حد نرم لہجے میں اس سے پوچھا۔

”کہ بڑبائی کس خواب زاوہ ظفر الملک کا ٹیکر پٹری ہوں اور ان کی واپسی چاہتا ہوں۔“

”اب... کیا خود ہی آئے ہو...؟“

”نہیں... کرو گھنٹال نے بھیجا ہے۔“

”آدمی معلوم ہوتے ہو... اس نے آخر کیا سمجھ کر تمہیں بھیجا ہے۔“

”اب آپ کا پرچہ لے کر ان کے پاس گیا... کہتے تھے... جاؤ... باب المراد والی اسٹین

جانا۔“

”ابھی بات ہے... آؤ میرے ساتھ۔“

”ابھی بات ہے... آؤ میرے ساتھ۔“

”ابھی بات ہے... آؤ میرے ساتھ۔“

”ابھی بات ہے... آؤ میرے ساتھ۔“

”ابھی بات ہے... آؤ میرے ساتھ۔“

"کمرے میں جاؤ۔۔۔ اور آسے لے جاؤ۔۔۔"

جنسن نے آگے بڑھ کر بند دروازے کو دھکا دیا۔

دروازہ کھلتے ہی رقص کی موسیقی اس کے کان پہنچتی ہوئی کارڈور میں بھی گونجنے لگی۔ سامنے ہی ظفر الملک ایک سیماٹ آسٹریکی کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔

جنسن کمرے میں داخل ہو کر خاموش کھڑا رہا۔ ظفر الملک کی پشت اس کی طرف تھی۔ لیڈیو کرام موسیقی بکھیر رہا تھا۔ لڑکی جنسن کو دیکھتے ہی ہنس پڑی اور چیخ کر ہنسنے لگی۔ "رہیجے" ظفر تاپتے تپتے جنسن کی طرف مڑا اور ایکفٹ رک گیا۔

"یہ کون ہے اور یہاں کیوں آیا۔۔۔؟" اس نے لڑکی کو مخاطب کر کے غصیلے لہجے میں کہا۔

"رہیجے ہے۔۔۔ ڈارلنگ۔۔۔" جواب ملا۔

"باہر نکل جاؤ۔۔۔ بغیر اجازت کمرے میں کیوں داخل ہوئے۔" ظفر مکاتان کر جنسن کی

طرف پھینکا۔

"ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ یور ہائی نس۔۔۔" جنسن بوکھا کر پیچھے ہٹا تھا۔

"نکل جاؤ۔۔۔" ظفر حلق پھاڑ کر دہرایا۔

"مم۔۔۔ میں جنسن ہوں۔۔۔"

"میں کسی جنسن کو نہیں جانتا۔۔۔ نکل جاؤ۔۔۔"

"اچھی بات ہے۔۔۔ آپ مجھے بہت جلد جان جائیں گے۔۔۔" جنسن دانت قوسیں

اور کمرے سے نکل آیا۔ دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔

"ارے۔۔۔ تم تو اس کے بغیر ہی واپس جا رہے ہو۔" پشت سے آواز آئی اور جنسن

پلٹ پڑا۔

مرشد کھڑا منکر رہا تھا۔

"جی ہاں۔۔۔ انہیں ایک لڑکی بچا رہی ہے۔" جنسن اپنی جھجھکات پر قابو پالے گا۔

کرتا ہوا ہوا۔

"جو یہاں آ جاتا ہے وہاں نہیں جانا چاہتا۔"

"میں تو وہاں جا رہا ہوں۔۔۔"

"تم اس لئے واپس جا رہے ہو کہ عادت مند بن کر آئے تھے۔"

"لیکن عادت تو پوری نہیں ہوئی۔"

"میں اسے مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ جو چاہو مل سکتا ہے۔"

"اچھا۔۔۔ مجھے وہ لڑکی دے دیجئے۔۔۔ جو ہر ہائی نس کے ساتھ تعلق رہی تھی۔"

"کیا تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو۔۔۔؟" مرشد اسے گھورتا ہوا ہوا۔

"میں بالکل سنجیدہ ہوں یور ہائی نس۔۔۔"

"اچھی بات ہے۔۔۔ لیکن اگر کبھی تم یہ درخواست نہ کر آئے کہ اسے واپس لے لیا جائے

تو رندہ نہیں رہ سکو گے۔"

"بہت بہتر۔۔۔"

مرشد نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ دروازہ جلد ہی کھلا تھا۔

ظفر مرشد کو دیکھتے ہی احتیاطاً بھٹکا تھا لڑکی اس کے پیچھے کھڑی تھی۔ مرشد نے اسے باہر

نہ لے لیا۔ وہ ظفر کو ایک طرف ہٹا کر کمرے سے نکل آئی۔

"تم اس کے ساتھ جاؤ۔۔۔" مرشد نے جنسن کی طرف ہاتھ اٹھا کر لڑکی سے کہا۔

ظفر نے ہاتھ کھینے کے لئے ہونٹ پلائے ہی تھے کہ وہ ہوا۔ "جنسن اس سے بھی زیادہ نگلش

کارڈی ہائے گی۔"

ظفر نے پکاکہ انداز میں دانت نکال کر اٹھنا دیکھا۔ جنسن نے اسے مایوسی سے دیکھا۔

ظفر نے اسے گھریا اور اسے بغیر واپسی کے لئے مڑ گیا۔ اس کی رفتار خاصی تیز تھی۔

ظفر مل کر کیا ڈھک کے پھاٹک کی طرف بڑھتا رہا۔ اس دوران میں ایک بار بھی مڑ کر پیچھے

نہ لگا تھا۔ گاڑی کیا ڈھک کے باہر کھڑی کی تھی۔

گاڑی میں بیٹھ ہی رہا تھا کہ لڑکی دوسری طرف کا دروازہ کھول کر نہایت اطمینان سے سیٹ پر

بٹھ گئی۔ "تم کچھ کبھی سرکس کے رہیجے ہی کی طرح کتھرے سے نکل بھاگے ہو۔"

"اگرچہ آکر جاؤ۔۔۔" جنسن غرایا۔

"اگرچہ آئی ہے۔ اب مجھے یہی چھوڑ کر گئے تو آوارہ رانت بھی ملے نہ کر سکو گے۔"

"مرشد کا حکم... جب تک کہ وہ خود مجھے دیکھیں نہ جائیں مجھے تمہارے ہی ساتھ رہنا ہو گا۔"

"اچھی بات ہے۔" جنسن نے چلا کر خیمے کے لیے جہاز میں بولا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"تم کہاں رہے ہو..." لڑکی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"جہنم میں..."

"میں اسے تمہارے لئے جنت بنا دوں گی۔"

"خاموش بیٹھی رہو..."

"آخر خفا کیوں ہو..."

"تم نے مجھے ریچھ کہا تھا۔"

"پرانی بات ہوئی۔ اب تو میں تمہیں شاہ مار باغ کیوں گی۔ اتنی خوبصورت اور تیار اور ذرا..."

"میرا مذاق اڑا رہی ہو..."

"تم میں خوش طبعی بھی پیدا کر دوں گی۔"

"تمہارا مرشد میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن اس کے احکامات کی تعمیل ہی میں غایت ہے۔"

"مجھے تو وہ کوئی بہت بڑا مجرم معلوم ہوتا ہے۔"

"نیکو اس بند کر دو..." لڑکی یکے بیکے بچھری گئی۔ "مرشد کے خلاف کوئی نامناسب..."

سے نکلا تو میں ہی تمہیں قتل کر دوں گی۔"

جنسن اچھا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گیا۔ اس سے زبردست حماقت سرزد ہوئی۔

محض اندازے کی غلطی نے اسے اس حال کو پہنچایا تھا۔ وہ سمجھا تھا کہ ظفر الملک بھی لڑکی کے...

دوڑا چلا آئے گا۔

اپنا دماغ غلط ارکسے کی کوشش کرتا ہوا وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا۔ "سوال تو یہ ہے کہ..."

کہاں لے جاؤں..."

"تمہاری شکل بھی ہے مجھے کہیں لے جانے کی۔ میں ہی لے جاؤں گی۔" لڑکی نے...

کر بولی۔

"کہاں لے جاؤ گی۔"

"بس دیکھ لینا۔"

"تو پھر کدھر چلوں..."

"شرعی کی طرف چلتے رہو..."

جنسن پھر مختصر عبارت کا شکار ہو چلا تھا۔ بدقت خود پر قابو پار نہ...

کچھ دیر بعد لڑکی اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے بولی۔ "تم اتنے کھنور ہو کہ تم..."

ابھی تک میرا نام بھی نہیں پوچھا۔"

"ہم..." جنسن نے نولو نولو قہقہہ لگایا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے..."

"نور توں کو بے نام ہونا چاہئے۔ میں نے آج تک کسی کا بھی نام معلوم کرنے کی کوشش..."

نہیں کی۔ بس اتنا ہی کافی ہے کہ گھوڑی تیز دوڑتی ہے۔ ریس کی ہوتی ہے تو نام بھی ہوتا ہے..."

صرف گھوڑی۔"

"کہا نہیں کیا ایک رہے ہو..."

"کسے کیا تم کہیں کی ملکہ ہو کہ تمہارا نام بھی ہونا چاہئے۔"

"میں آج سے تمہارے دل کی ملکہ ہوں۔ اپنا ہی نام بتا دو۔"

"جنسن..."

"وہالی ہو..." وہ چونک کر بولی۔

"وہالی..." میرا وہب پیسہ ہے... پتا نہیں آج کل کے لوگ مذہب کے پکر میں کیوں...

"کوئی نہ پڑیں۔"

"کوئی نہ ہو..."

"..."

"..."

نہیں لے کر قہقہہ لگایا۔ اس بار وہ نری طرح جھنجھکی...

نہیں لے کر قہقہہ لگایا۔ اس بار وہ نری طرح جھنجھکی...

"تم خود ادا کر رہی ہو اپنا... یہ سلیو بس یاؤ اور یہ کھال سے چپکا ہوا زمریں لیاں اور یہ
آوازہ کر دی جب کہ جس میں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں سے اٹھی رہو اور اپنے سروں پر
اوڑھیاں ڈالو..."

"شٹ اپ... یو... اور فی بیٹ... میں مرشد کی کنواری ہوں۔ ابھی چل کر رہم
ہو جاؤ گے۔ تم اپنی شکل دیکھو گندے ہی..."

"میں تو بیسالی ہوں... میری بات ہی نہ کرو..."
دفعتاً لڑکی ہنس پڑی... ہنسی ہی رہی اور پھر بولی۔ "لوہ میں تو یہ بھول ہی گئی تھی کہ تم
سے چچھا چھڑانا چاہتے ہو... اب تمہاری کسی بات پر فتنہ نہیں آئے گا۔"

جسمین نے پھر نکلنا سا پیر دیا۔

چچے کسی گاڑی سے ہارن بجا کر ان سے تیز رفتاری کا مطالبہ کیا گیا۔ اس جگہ سڑک
کھلاؤ نہیں تھی کہ دو گاڑیاں براہ راست چلی سکتیں۔

جسمین نے ایک سیلر پٹر پر مزید دیاؤ ڈالا۔

"تم یا کل تو نہیں ہو گئے... رفتار کم کرو..." لڑکی بولی۔ "ہم ڈھلان پر جا رہے ہیں۔"

گدھے تو ہارن بجاتے ہی رہتے ہیں۔

جسمین نے رفتار کم کر دی۔ کچھ دیر بعد پھر بے درپے ہارن دیا جانے لگا۔

"لوہ... اچھا... میں سبق دیتا ہوں اس جنگلی کو..." جسمین دانت نہیں کر رہا تھا۔

"کیا کرو گے..."

"گاڑی روک کر اس سے ٹپٹ لوں گا۔"

"احقانہ حرکت ہوگی... بس چپ چاپ چلتے رہو..."

"ہارن کے ذریعہ دو مجھے گالیاں دے رہا ہے۔"

"پھر وہی یہ قوفی کی باتیں..."

لیکن اچانک جسمین نے گاڑی روک دی۔ البتہ سڑک پر چچے نہیں دیکھا تھا۔

دوسری گاڑی شاید ایک گز کے فاصلے پر دی تھی اور اس کا ہارن مسلسل چنے جا رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو..." لڑکی جسمین کی طرف جھک کر بولی۔ اُس نے بھی اُٹھی۔

جسمین دیکھا تھا۔

جسمین کچھ نہ بولا۔ اس کا منہا ہونٹ دانتوں میں دبایا ہوا تھا اور آنکھیں وٹاؤ سکرین پر تھیں۔

"کیا جھگڑا کرنے کا ارادہ ہے..."

جسمین بے ساختہ چونک پڑا کیونکہ آواز عمران کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ اُس

آوازہ کر دیکھا ہی تھا کہ عمران نے آنکھ مار کر اسے لاکھا... "جھگڑا کرنا ہے تو آؤ بیٹے..."

انہوں نے جسمین نے گاڑی سے چھٹاٹ لگائی۔ لڑکی ہاں ہاں کرتی رہ گئی تھی۔ عمران اپنی

آواز کر چیتے لگا۔ جسمین قریب پہنچا ہی تھا کہ اس نے مارنے کے لئے ہاتھ بھی کھماریا۔

جسمین اچھل کر پیچھے ہٹا تھا پھر قفل اس کے کہ عمران دوبارہ اس پر جھپٹتا لڑکی دونوں کے

مابین آگئی۔

فریادیں تو نہیں ہو گئے... "وہ عمران کو کھونس دے گا کہ جیجی۔"

ارے... تم کون ہوتی ہو مردوں کے معاملات میں دخل دینے والی ہوسا سنے

عمران اس کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔ "عمران ہاپٹے کی ایکٹنگ کرتا ہوا بولا۔

"تم لوہ تو وہ ہارن کیوں بجا رہے تھے..."

جسمین کی ہالی ہے... "عمران نے احقانہ انداز میں کہا اور لڑکی کی نظر بچا کر جسمین کو فوراً چکر

دیا اور کہتا ہوا بولا۔ "کون روک سکتا ہے مجھے ہارن بجانے سے..."

جسمین... مور توں سے بات کرنے کا سلیقہ نہیں... "لڑکی جیجی۔

"تم لوہ... قہر ہو... مردوں سے آپ جناب کر کے بات کرتے ہیں..."

عمران کی شکل دیکھو... "وہ عمران کے چہرے کے قریب ہاتھ بجا کر طعنے لہجے میں بولی۔

لوہ... جسمین گاڑی لے بھاگا تھا۔

ارے! کرتی ہوئی دو مڑی اور کچھ دور تک گاڑی کے پیچھے دوڑتی پہلی گئی تھی۔



جسمین نے اطمینان سے جیب میں جا بیٹھا۔ لڑکی اگلے موڑ پر نظروں سے اوجھل ہو گئی

اور اگلی طرح جانتا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ لہذا پھر نیچے اترا اور جیب کا بوتل اٹھا کر پرزوں

سے چمچڑھانے لگے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آہٹیں سنی تھیں اور مڑ کر دیکھنے لگا تھا۔ لڑکی اس کی طرف دوڑی آ رہی تھی۔ قریب پہنچ کر مڑی اور زور زور سے ہانپنے لگی۔ پڑھائی پر دوڑتی ہوئی آئی تھی اس لئے سانسوں پر قابو پانا اس کے لئے دشوار تھا۔ عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”دیکھا کتنا دایاں آ رہی تھی جس کے لئے تم مجھے دوڑی تھیں۔ پتا نہیں میری گاڑی کو کیا ہو گیا ہے۔ اشارت ہی نہیں ہوتی۔“ وہ اسے قہر آلود نظروں سے گھورتی ہوئی ہانپتی رہی۔ عمران پھر انجمن کی طرف متوجہ ہو کر کچھ دیر بعد لڑکی چھوٹی ہوئی سانسوں کے درمیان ایک ایک کر کے گئی۔

”وہ..... میرا شوہر تھا..... اس پر دورے پڑتے ہیں..... سب کچھ بھول جاتا ہے۔ نہیں..... اس کا کیا شہر ہو..... کسی گھڑ میں گاڑی کراوے..... کوئی بڑا حادثہ ہو جائے۔“ عمران سیدھا کھڑا ہو کر متحیرانہ انداز میں ٹکٹیں بچھکائے جا رہا تھا۔ دو ٹاموش ہوئی تو غم انگیز لہجے میں بولا۔ ”کاش مجھے حالات کا علم ہوتا۔ میں تو سبھی غم بھگوانا کرتا ہوں۔“

”کیا تم نہیں جانتے کہ اس سڑک پر کوئی بھی ہارن نہیں بجاتا کیونکہ آگے جانے والی راستہ نہیں دے سکتی۔“

”میں نے بتایا کہ میری عادت ہے..... سسٹان سڑکوں پر بھی بے خیالی میں ہارن لگتا ہوں۔“

”اب کیوں دیر کر رہے ہو.....“ وہ بے تابی سے بولی۔ ”مجھے اٹھ دو..... جتنا تھکا ہوا چلو..... کبھی اسے حادثہ نہ پیش آجائے۔“

”اشارت ہی نہیں ہو رہی۔ اگر اس دوران میں کوئی اور گاڑی آگئی تو میں گالیاں کھاؤں گا۔“

”کیا تم باہر سے آئے ہو.....؟“

”نہیں تو..... اندر ہی کا آدمی ہوں۔“

”یعنی سردار گڈھی کے باشندے ہو.....“

”ہرگز نہیں..... میں کسی ایسی جگہ پیدا ہوا ہوں کہ پتہ نہیں کر سکتا جہاں لوگ.....“

لگا ہوا جاتے ہوں۔“

”میں کیا کروں..... میں کیا کروں.....“ وہ مضطربانہ انداز میں پوچھتی۔

”اب ایک ہی تدبیر سمجھ میں آ رہی ہے۔“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”بڑا جلدی سے..... کرو تدبیر.....“

”میں اسٹیرنگ سنبھال ہوں..... تم دھکا لگاؤ.....“

”ہم..... میں دھکا لگاؤں.....“

”ہاں..... ہاں..... کیا ہوا..... کیا صرف تاپتے کودنے ہی میں مردوں کے شہانہ بٹانہ نظر آتا ہے۔“

”اس..... بس.....“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”زیادہ بکواس نہ کرو..... ٹیٹھو گاڑی میں کوشش کرو۔“

”اگر..... اعلان ہے..... مجھے زیادہ قوت نہیں صرف کرنی پڑے گی۔“

”ہاں..... کچھ داری کی بات.....“ عمران یونٹ گراتا ہوا بولا۔

”اس نے اسٹیرنگ سنبھالا تھا اور لڑکی جیپ کو دھکیلنے لگی تھی۔ اچانک جیپ اشارت ہو کر

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

”سائیکل.....“ وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی دہلائی۔

"اگر.... دو مہر گیا تو پھر میری زندگی میں کیا باقی رہے گا۔ میں بھی خود کشی کر لوں گی۔ تیز چلاؤ گاڑی.... میرے خدا.... یہ کیا ہو گیا.... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کبھی کسی موقع پر دورہ پڑے گا۔"

"نظاموش جنمو.... ورنہ اب میں بھی بالکل ہوجاؤں گا۔" عمران بولا۔
کچھ دیر بعد وہ آبادی میں بھی پہنچ گئے۔ جسٹس اور اس کی گاڑی کا گھبراہٹ مٹا دیا۔
"اب کدھر چلوں....؟" عمران نے لڑکی سے پوچھا۔

"میرا نام کلیڈ ہے...."

"تمہارا نام کلیڈ نہ ہو تا جب بھی تم سے یہی سوال کرتا۔"

"میں نہیں جانتی کہ وہ کدھر گیا ہو گا۔"

"گھر ہی گیا ہو گا۔"

"دورے کی حالت میں گھر بھی بھول جاتا ہے۔"

"جب پھر کوشش کرو کہ مجھ پر بھی دورہ پڑ جائے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"کچھ نہیں.... تمہیں کہاں اتار دوں۔"

"میرے شوہر کو تلاش کرو.... اس کے بغیر میں گھر نہیں جاؤں گی۔"

عمران نے ایک جگہ گاڑی روک دی اور مڑ کر اسے گھورنے لگا۔

"اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو....؟"

"میرا خیال ہے کہ اب تمہارے لئے کسی دوسرے شوہر کا انتظام کر دیا جائے۔ وہ تو ہے۔"

"میرا اتفاق لازم ہے ہو۔"

"مجھ کو کیا کر سکتا ہوں.... تمہارے لئے اچھا فی الحال مجھے ہی بطور ضمانت رکھ لو۔"

"یقیناً تمہارا دامخ خراب ہو گیا ہے۔"

"میں کچھ کر چکا ہوں۔"

لڑکی اسے غصیلی نظروں سے دیکھتی رہی پھر زور سے چلتی۔ "اسے تلاش کرو۔"

عمران بولکھا کہ چاروں طرف دیکھتے لگا۔ اس پاس کے کچھ لوگ رک کر اٹھ

تھے۔ عمران نے پھر گاڑی اسٹارٹ کی اور آگے بڑھانے لگا۔

لڑکی خاموش ہو گئی تھی۔ کچھ دیر بعد عمران نے کہا۔ "گھر چل کر دیکھو تو.... شاید وہ پہنچ ہی گیا ہو۔"

"تمہارا کوئی گھر نہیں ہے.... ہم گاڑی ہی میں رہتے تھے۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔" عمران مسکسی صورت بنا کر بولا۔ "اب اگر دورے ہی کی حالت میں

اس نے اس گھر میں کسی اور کو بسا لیا تو تم بھاری تو بالکل بیدار ہی ہو کر رہ جاؤ گی.... آپا....

اپنا.... خیر.... ایک تدبیر کچھ میں آتی ہے۔"

"تلاش جلدی سے ورنہ میرا ہاتھ فٹل ہو جائے گا.... میں بہت پریشان ہوں۔"

"میں اپنے بچے کے نام ایک خط لکھ دیتا ہوں لے کر ان کے پاس چلی جاؤ۔ وہ اپنی روحانی

آواز سے تمہارے شوہر کو گھر سمیت واپس بلا لیں گے۔"

"اباں کی بات کہ رہے ہو....؟"

"مگر شہ کی۔"

"اباں مطلب....؟"

"میں مرشد کا بھتیجا ہوں۔"

"اباں ہے....؟"

"پہلے ہی کرو گی تو میں چلا کر جسم کروں گا۔ بہتر ہے کہ تم میرا خط لے کر ان کے پاس

چلو۔"

عمران کی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی "اچھی بات ہے.... تم پورا واقعہ اپنے خط میں لکھ

لو۔ اب انا نام اور پتہ لکھ دیتا۔"

"اباں...."

وہ اسے دیکھتی رہی۔ پھر ایک بیک چوٹ چوٹ کر دے لگی۔

"اباں....؟" عمران نے کہا اور پھر گاڑی ایک جگہ کھڑی کر دی۔ وہ بدستور روئے

تھا۔

وہ اسے دیکھتی رہی۔ پھر ایک بیک چوٹ چوٹ کر دے لگی۔

"خط سے کام نہیں چلے گا۔ تم خود میرے ساتھ چلو۔" وہ روتی ہوئی بولی۔

"بھلا کیا بات ہوئی۔۔۔؟"

"تم نہیں سمجھ سکتے۔۔۔ مرشد ہی نے اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا تھا۔"

"اچھا تو پھر۔۔۔؟"

"تم شہادت دو گے کہ وہ خود ہی مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ میں نے اسے نہیں چھوڑا۔"

"تم بڑی عجیب باتیں کر رہی ہو۔ پہلے تو تم نے مرشد کا نام نہیں لیا تھا۔"

"تم مرشد کے بھتیجے ہو تا اس لئے سب کچھ بتائے دیتی ہوں۔"

"بتاؤ۔۔۔؟"

"اگر تم نے میری موافقت میں شہادت نہ دی تو میں شربت فردوس سے محروم ہو جاؤں گی۔"

عمران نے اطمینان انداز میں ٹپکیں بھینکا کئیں اور آہستہ سے بولا۔ "شربت فردوس۔۔۔؟"

نہیں سمجھا۔۔۔؟"

"جب تم مرشد کے بھتیجے نہیں ہو سکتے، اگر شربت فردوس کے بارے میں نہیں جانتے۔"

"مجھے اس پر حیرت ہے کہ تم اس کے بارے میں کیسے جانتی ہو۔۔۔ وہ تو صرف غلام

والوں کے لئے مخصوص تھا۔"

"غلامان والوں کو علم ہونا چاہیے کہ مرشد کی کنواریاں بھی بچی ہیں۔" لڑکی نے ہلکے

سے کہا۔

"تم کب شامل ہوئی تھیں کنواریوں میں۔۔۔؟"

"ایک سال پہلے کی بات ہے۔۔۔؟"

"کیا تم ہر وقت المرشد میں رہتی ہو۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔ صرف شام کو جب شربت فردوس تقسیم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ

مرشد ہمیں وہاں طلب کریں۔"

"کل کتنی کنواریاں ہیں۔۔۔؟"

"تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو۔۔۔؟"

"میں غیر شادی شدہ وادار لدا چھوڑتا ہوں اور وہ اتنی بہت سی کنواریاں سیٹے بیٹھا ہے۔"

"ہائیں۔۔۔ تمہاری شادی نہیں ہوئی۔"

"ایک بھی نہیں۔۔۔؟"

"لا قعدہ کنواریاں ہیں۔۔۔؟"

"کوئی ایسی ہے جو ابھی حال ہی میں کنواری بنی ہو۔۔۔؟"

"تم یہ سب کیوں پوچھنا چاہتے ہو۔۔۔؟"

ایمانک گاڑی کے ڈیش بورڈ سے عجیب طرح کی آواز آئی اور کوئی کہنے لگا "بتاؤ۔۔۔ بتاؤ۔۔۔"

لڑکی یہ پوچھ رہا ہے۔"

وہ دونوں غیر ارادی طور پر اچھل پڑے تھے۔

"مم۔۔۔ مم۔۔۔ مرشد۔۔۔؟" لڑکی ہٹکائی اور اس کا چہرہ وزرور چمک گیا۔

آواز پھر آئی۔۔۔ "سنو مردوہ بھتیجے۔۔۔ یہ آواز ایک ایسے دھماکے میں بھی تبدیل ہو سکتی

ہے کہ اس گاڑی کے پرچے اڑا دے۔"

"بے شک۔۔۔ بے شک۔۔۔ بچکا جان۔۔۔؟" عمران جلدی سے بولا۔

"تم سردار گلہ سے چلے جاؤ۔۔۔ پھر وارنگ وے رہا ہوں۔"

"بہتر ان گذار کر چلا جاؤں گا۔۔۔ غلام بچکا۔۔۔؟"

"اگلی بات ہے۔۔۔ اب تم واقعی جھگڑو گے۔۔۔؟"

"نہر کی بات تو سنو۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ کیا ہے۔۔۔ بکو۔۔۔؟"

"میں تم کو میرے حوالے کر دو۔۔۔ تمہارے آدمی بھی چھوڑ دیے جائیں گے۔"

"نہر! ممکن ہے۔۔۔؟"

"ممكن کو ممکن بنانا میری بات ہے۔۔۔؟"

"اسی باتوں کا۔۔۔؟"

عمران نے بھی کچھ کہنا چاہا تھا کہ پھر ویسی ہی آواز آئی تھی اس گفتگو سے پہلے آئی تھی اور

اس نے بعد ہی اس نے سیٹ پر سے چھانگ لگاتے ہوئے لڑکی سے کہا تھا۔ "بھو کو۔"

لاڑکی نے بھی ڈیش بورڈ کے اس خانے سے دھواں نکلتے دیکھا تھا جس سے مرشد کی آواز آتی تھی۔
عمران کے پیچھے اُس نے بھی گاڑی سے چھلانگ لگائی اور اب گاڑی سے دور کھڑے وہ گاڑی
کی طرف دیکھنے لگا ہوا ہے۔ لیکن نہ کوئی دھماکا ہوا اور نہ گاڑی کے پرچے اڑے۔ وہ دیکھا
دھواں بھی فضا میں غم ہو چکا تھا جو کچھ دیر پہلے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے برآمد ہوا تھا۔
”اب... کنگ... کیا ہو گا...“ لاڑکی نکلائی۔ ”مم... مقدس سہیتجے...“

”مقدس سہیتجے...“ عمران نے حیرت سے دہرایا۔

”مرشد کے سہیتجے کو پھر اور کیا کہا جائے گا۔ لیکن مرشد آپ سے غلط ہیں۔“

”ہاں...“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”وہ مجھے سپاہہ شیشی کی ٹرائینگ دینا چاہتے تھے
لیکن میں پو لڑی مار کنگ میں انٹرنل ہوں۔“

وہ پھر گاڑی کی طرف بڑھ کر قریب پہنچ کر باہر ہی سے ڈیش بورڈ کا وہ خانہ کھولا جس
دھواں نکلا تھا۔ کوئی چیز جل کر ضائع ہو گئی تھی۔ شاید ہالوں کا ایک کچھا تھا... یا باریک تار
چھوٹا سا ڈھیر...“

عمران نے اسے ہاتھ لگائے بغیر خانہ بند کر دیا... لاڑکی اس کے بعد ہی قریب پہنچی تھی۔
”کیسا دھواں تھا...؟“ اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”مرشد کی کراہت... وہ دھوئیں کی آواز تھی۔ چلو بیٹو جاؤ... میں جنہیں تمہارے
چھوڑ آؤں...“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔“

”جسہیں وہ سب کچھ بنا دینا چاہئے جو میں پوچھوں... مرشد کی طرف سے
اجازت مل چکی ہے۔“

”ہاں آں...“ وہ چونک کر بولی۔ ”پوچھو...“

اس بار وہ عمران کے برابر ہی بیٹھی تھی اور انداز بھی جادمانہ نہیں تھا۔ گاڑی حرکت
اور عمران نے آہستہ سے پوچھا۔ ”تم کس طرح مرشد تک پہنچی تھیں...؟“

”میں پوچھی بیسے سب جانتے ہیں۔ سب کے ساتھ میں بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ اہم
سے نظر ملی اور مرشد نے وہی ت کہہ دی جو اس وقت میرے دل میں تھی۔ میں دھواں

ایسا محسوس ہوا جیسے بیہوش ہو جاؤں گی۔ ایک عورت مجھے طلحے سے اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے
گئی اور شربت فردوس پلایا۔ ہائے... میں تو اس شربت کے لئے جان تک دے سکتی ہوں۔ لذت
ی لذت... تم نے تو یہاں ہو گا۔“

”مردوں کو کہاں تعصب ہوتا ہے۔“ عمران براہ راست بھا کر بولا۔

”وہ مزید شرب لذت کو بھی لذت بنا دیتا ہے۔“

”وہ کس طرح...؟“

”جب میں اس کے زیر اثر ہوں تو میرے سینے میں ٹھنڈا ہوا... مجھے ذرہ برابر پرہیز
ہو گی۔“

”ہوں...؟“ عمران نے نہ فکر انداز میں سر کو جنبش دی۔ چند لمحوں خاموش رہا اور پھر
بولا۔ ”مجھے کسی ایسی لاڑکی سے ملنا ہے جو حال ہی میں شریعت ہوئی ہو۔“

”سب سے المرشد ہی میں ملاقات ہوتی ہے۔ میں کسی کا پتا نہیں باقی۔ میرا خیال ہے کہ اب
تم میرے ساتھ المرشد میں چلو میں تمہاری خطائیں معاف کرا دوں گی۔“

”ضرور... ضرور... مگر چلو پہلے کہیں کھانا کھالیں۔“

”ہم سڑ میں چلو... وہاں کی سویت ڈش بہت اچھی ہوتی ہے۔“ لاڑکی بولی۔

”ٹھیک ہے... وہیں چلتے ہیں۔“

لام سڑ ریسٹوران اس جگہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ گاڑی رکتے ہی عمران بولا ”اترو... اور
اٹھا کر کوئی میز خالی ہے یا نہیں۔ ورنہ کہیں اور چلیں گے۔“

”تم خود اتر کر دیکھ لو... چھوڑ بھاگنا چاہئے ہو...“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔ ”تم اب ایسا
کرتے ہو کہ مرشد اب بھی چاہتے ہیں کہ میں تمہارے ساتھ رہوں ورنہ میرے لئے ضرور
ال وایت ہوتی۔“

”میرے ساتھ رہ کر تم شربت فردوس سے محروم ہو جاؤ گی۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس
لی۔

”لگتا ہے کہ وہ مجھ تک بھی نہ کسی طرح ضرور پہنچے گا۔ خواہ میں کہیں ہوں... یہ
... ہے۔“

”مرشد...“ پتا نہیں عمران نے دانت پیسے تھے یا کسی اور وجہ سے کھٹی کھٹی آواز نکلی۔



ظفر الملک نے لا پڑا وہی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ مرشد کو خصو صی طور پر اس کی طرف توجہ دینا پڑی۔ جنسمن کے چلے جانے کے بعد وہ اس کمرے میں داخل ہوا جہاں کچھ دیر پہلے ظفر شکلیہ کے ساتھ رقص کرتا رہا تھا۔

چند لمبے ظفر کو کھور تار ہا پھر بولا۔ ”کیا تم مجھے جانتے ہو...؟“

”اچھی طرح...“ ظفر نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ ”آپ بہت اونچے آدمی ہیں۔“

دوسرے مذہبی آدمیوں کی طرح عورت سے دور رہنے کی نصیحت نہیں کرتے۔“

”میں پوچھ رہا ہوں کہ عمران نے جنسمن میرے متعلق کیا بتایا ہے۔“

”گریٹ... مگر خطرناک...“

”کیا تم میرا نام جانتے ہو...؟“

”نہیں... مسٹر علی عمران آپ کو مرشد ہی کہتے ہیں۔ میں نے نام معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن انہوں نے نہیں بتایا۔“

”اگر میں خطرناک ہوں تو تم اس بڑی کے ساتھ چلے کیوں نہیں گئے؟“

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ لڑکی مجھے یہاں کیوں لائی تھی۔“

”میں جنسمن بطور برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔“

”پھر آپ نے اس ناچار کو کیوں اجازت دے دی تھی کہ وہ مجھے یہاں سے لے جائے۔“

”یہاں سب کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اس نے خواہش ظاہر کی تھی۔“

”جب تو ہم سے زبردست لفظی سرزد ہوئی۔“

”کیا مطلب...؟“

”ہم تینوں لڑکیاں آپ سے مانگ سکتے تھے۔ آپ یقیناً ہماری مراد پوری کر دیتے یعنی ہمیں

سطح میں اپنا چٹخ واپس لے لیتے۔“

”وہ تینوں یہاں پہنچ چکی ہیں۔“

”نہیں...“ ظفر کے لہجے میں حیرت تھی۔

مرشد نے اسے گھورتے ہوئے سر کو اٹھائی جنسمن دی اور سرد لہجے میں بولا۔ ”جو کچھ میری

ادمان سے آگے ہے اسے ہوتا ہی پڑتا ہے۔“

ظفر خاموشی سے فرش پر نظر ہٹائے رہا۔

”الوحد دیکھو...“ کچھ دیر بعد مرشد بولا۔

”ہی...“ ظفر اس طرح چونک پڑا جیسے خود کو بالکل تنہا سمجھتا رہا ہو۔

”تم نے جنسمن کو پہچاننے سے کیوں انکار کر دیا تھا۔“

”پہچان لیتا تو جانا ہی پڑتا اس کے ساتھ... اچھا بتائیے کسی شاندار اداکاری تھی کہ وہ بھی

کھانا کھا گیا۔“

”کس قسم کی اداکاری...؟“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”کیا کہ مرشد نے اپنی روحانی قوت کو بروئے کار لا کر میرا دلخالت دیا...؟“

”کیا تم لوگ میری روحانیات کو فراموش نہیں سمجھتے۔“

”یہ سب کچھ عمران صاحب جانتے ہیں۔“

”عمران سے تمہارے تعلقات کی نوعیت کیا ہے...؟“

”الہی... سنی جس میں احترام بھی شامل ہے۔“

”اور... تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو... نواب مظفر الملک کا بھتیجا اور اداکار ایسی

اداکاری گداڑے... مجھے قطعی پسند نہیں۔“

”تو آپ مجھے اس حد تک جانتے ہیں۔“

”یہ سب کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔“

”اور... لڑکی میرے ساتھ باقاعدگی تھی۔“

”یہاں کو تلاش دی گئی تھی۔ لیکن وہ بد قسمت اسے چھوڑ بھاگ کر اب عمران کے ساتھ ہے۔“

”عمران کے ساتھ ہے...؟“ ظفر اچھل چلا۔

”تم کو کھلا کیوں گئے۔“

”یہاں تنہائی تو مجھے کھا جائے گی۔“

"دوسری چاہئے۔۔۔؟" مرشد اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

ظفر نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو الٹاتی جھنک دی۔۔۔ اور فرش پر نظر بربادی۔

"اچھا۔۔۔ آؤ میرے ساتھ۔۔۔؟" وہ دروازے کی طرف بدستاب ہوا بولا۔

دونوں راہداری میں آئے پھر مرشد بائیں طرف مڑا تھا۔

ظفر مودبانہ انداز میں اس کے پیچھے پتلا رہا ایک جگہ رگ کر مرشد اس کی طرف مڑے

بغیر ہلا۔ "میرا خیال ہے کہ میں اب تمہیں یہاں ایک منٹ کے لئے بھی نہ رکھ سکے دوں۔"

"تک۔۔۔ کیوں۔۔۔؟" ظفر بھی رگ کر ہٹا لیا۔

"تمہاری اہمیت ہی کیا ہے کہ میں تمہیں بطور مرقبہ رکھوں۔۔۔ وہ تینوں لڑکیاں ہی کافی

ہیں۔ عمران سے کہہ دیجئے۔۔۔ اگر میرے آدمی چوبیس گھنٹے کے اندر اندر نہ چھوڑے گئے تو

تینوں لڑکیاں پاگل ہو جائیں گی۔" وہ ظفر کی طرف مڑ کر بولا۔

"اور اس لڑکی کا کیا ہو گا جو عمران صاحب کے پاس ہے۔"

"لڑکی۔۔۔؟" مرشد نے طویل سانس لی اور اسے مضحکہ انداز میں گھورتا ہوا بولا۔

"لڑکی کے لئے تم کس حد تک جاسکتے ہو۔۔۔؟"

"قبر کی حد تک۔۔۔؟"

"اچھی بات ہے۔۔۔ تو جاؤ اور کسی طرح عمران کو اس لڑکی سمیت یہاں لاؤ۔ وہ لڑکی

جہیں بخش دوں گا۔"

"یہ تو مجھے ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے۔" ظفر نے غصے سے بولا۔

"کیوں۔۔۔؟"

"انہیں آنا ہوتا تو خود ہی چلے آتے۔"

"آئے آنا ہی پڑے گا۔" مرشد اسے گھورتا ہوا اس کی طرح ہچکچاتا ہوا بولا۔

"آپ کہہ رہے ہیں تو کوشش کروں گا۔"

"طریق کار کیا ہو گا۔۔۔؟"

"یہی تو مجھ میں نہیں آتا۔"

"آؤ۔۔۔؟" وہ پھر دوسری طرف مڑتا ہوا بولا۔ "میں تمہیں عمران سے بلواؤں گا۔"

چالاک۔۔۔ اور طاقت ور بھائیوں۔"

ظفر پھر اس کے پیچھے چلنے لگا تھا۔



"اب تم کیا چاہتے ہو۔۔۔؟" عمران نے ڈان فاکان کو مخاطب کیا۔

"میری کچھ میں نہیں آتا کہ اس سلسلے میں کیا کروں۔۔۔ تم نے ربا بھی کر دیا تو اب میں اس

کام کی اس طرح کر سکوں گا۔"

"کس کی گھرانی۔۔۔؟"

"مرشد کی۔۔۔؟"

"کیا تم کوئی ایسی تدبیر نہیں کر سکتے کہ مرشد کے علم میں آئے بغیر ہم المرشد میں

داخل ہو سکیں۔"

"میں نے کیا ہو گا۔۔۔؟"

"میں تمہیں بتا سکوں گا کہ اس کی گھرانی کس طرح کی جائے۔"

"مگر ہر حال میں علم ہو جائے گا کہ ہم ملات میں داخل ہوئے ہیں۔"

"مگر صرف ایک بات پر توجہ ہے۔ ڈان فاکان۔" عمران اسے نونے والی نظروں سے

دیکھتا ہوا بولا۔ "اب میں یہاں موجود تھا تو پھر تمہیں مرشد کی گھرانی پر کیوں متنبہ کیا گیا۔"

"میں نے۔۔۔؟" ڈان فاکان چونک کر اسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں نے۔۔۔؟" ڈان فاکان چونک کر اسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں نے۔۔۔؟" ڈان فاکان چونک کر اسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں نے۔۔۔؟" ڈان فاکان چونک کر اسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں نے۔۔۔؟" ڈان فاکان چونک کر اسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں نے۔۔۔؟" ڈان فاکان چونک کر اسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں نے۔۔۔؟" ڈان فاکان چونک کر اسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں نے۔۔۔؟" ڈان فاکان چونک کر اسے گھورتا ہوا بولا۔

دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"نوام نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ دو میرے ملک کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنیگی نہیں بنائیں گی۔"
"اوہ... تو پھر شاید اسی لئے انہوں نے مجھے اس کی گارنٹی پر مامور کیا تھا۔ لیکن میں کیسے
یقین کروں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو سچ کہہ رہے ہو۔"

"ابھی بات ہے تو پھر میں تمہیں ابھی اپنے ساتھ حواالت سے باہر لے چلتا ہوں کہ
تمہارے چہرے پر میں تھوڑی سی تبدیلی کروں گا۔ لیکن تم گاڑی میں بالکل خاموش بیٹھو
کیونکہ ایک لڑکی بھی ہے میرے ساتھ۔"

عمران نے اپنے بریف کیس سے میک اپ کا سامان نکالا اور ڈان فاکان کے چہرے کی مرمت
شروع کر دی ساتھ ہی کہتا جا رہا تھا۔ "چال میں تھوڑا سا نظر اپن پیدا کر لینا بس کافی ہے اور
میں خواہش کروں تب ہی بولنا۔ صیب پوشی کے لئے خاموشی سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔"
تھوڑی دیر بعد وہ اسے حواالت سے لے نکلا۔ باہر جیب کھڑی تھی اور اگلی سیٹ پر
دو مرد بٹے بیٹھی تھی۔

عمران نے ڈان فاکان کو پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر جب وہ گاڑی اسٹارٹ کر
ٹھیکہ نے آہستہ سے پوچھا "یہ کون ہے..."

"میرا دوست... اب یہ بھی اسی گھر میں رہے گا۔" عمران نے کہہ کر ایک سیٹر پر اشارہ کیا۔
"تو کیا اب تم بھی گاڑی ہی میں رہو گے۔"

"بالکل... تاکہ میں دیکھ سکوں کہ مرشد تمہیں کس طرح شربت فروغ میں بھجوا رہا ہے۔"
"وہ تو پہنچ بھی چکا جسے میں ٹھیک ساڑھے چھ بجے بیٹھوں گی۔ بس تم مجھ پر ایک اسٹاپ
میں تمہیں ایک سو فی دوں گی۔ جب میں شربت بی بیچوں تو تم تین منٹ کے وقفے بعد
جسم میں چھپو رہنا۔"

"اوہ... تو ابھی سوا چھ بجے ہیں۔"

"بس چند رہ منٹ بعد... لیکن کسی جگہ چلو جہاں آرام سے لیٹ سکوں۔"

"شربت کا اثر کتنی دیر تک رہتا ہے۔"

"ایک گھنٹہ تک۔"

"جب تو فوراً ہی کہیں پہنچنا چاہئے۔"

"اک بٹلے میں چلو... یہاں سے نزدیک ہی ہے۔ میں جانتی ہوں۔"

"مگر سوال تو یہ ہے کہ شربت پہنچا کس طرح..."

"جب تم پولیس اسٹیشن میں تھے۔ ایک آدمی اسے لایا تھا۔ یہ دیکھو... اس نے ایک پٹی
اسٹیشن اسے دکھائی۔"

عمران نے پڑا تو پیش انداز میں ہونٹ سکڑے۔

گاڑی کی رفتار خاصی تیز تھی... ڈھلکا ٹھیکہ چلتی... "اوتے... اوتے... اوتے... ڈاک
نہ لال گیا۔ روکو... روکو..."

"فرم کرو... ابھی پانچ منٹ باقی ہیں... تم ٹھیک ساڑھے چھ بجے بیٹھو گی۔"
سورج بھی کا غروب ہو چکا تھا اور اب غامسا اندھیرا پھیل گیا تھا۔ گاڑی شہر کی آبادی سے
دور... اگل آئی تھی۔

ان لاکھ پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ ایک جگہ عمران نے گاڑی سڑک کے نیچے اتار دی اور کچھ
دیر بعد پر یک لکھا تو بولا۔ "تم شربت بی بی کر پچھلی سیٹ پر لیٹ جانا۔"

"مگر کڑ نہیں... ڈاک بٹلے چلو..."

"اوس مت کرو... ورنہ شربت سمیت کسی کھڑے میں پھینک دوں گا۔"

"یہاں تو میں ہرگز نہ بیٹھوں گی۔"

عمران نے انہیں بند کر دیا تھا۔ ڈھلکا سڑک پر کسی گاڑی کے ہیلڈ لیمپ کی روشنی پھیل گئی۔

عمران سڑک دیکھنے لگا۔ ٹھیکہ بھی مڑی اور پھر وہ گاڑی بھی اسی ڈھلان میں اتار لی نظر آئی۔

"ا... عمران نے آہستہ سے کہا اور دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ تیزی سے ایک
لاٹ میں ہو گیا تھا۔

"کہاں گئے... ٹھیکہ چلتی... اسنے میں گاڑی ٹھیک جیب کے برابر

اسی نے اونچی آواز میں کہا۔ "یہاں لایا ہوا ہے۔"

"ٹھیک... کچھ بھی نہیں۔" عمران نے ٹھیکہ کی آواز سنی۔

"کال لو... کیا چھت میسر نہیں ہے کہ یہاں آسمان کے نیچے...

”کیوں اس مت کرو... تم سے مطلب...“ ٹھیکہ چٹکی۔
 ”اے... یہ تو یوں لڑکی ہے۔“ اس بار ظفر الملک کی آواز تھی۔ ”تو پھر عمران نہیں کہتی
 ہوگا... بتاؤ... وہ کہاں ہے۔“
 ”مگر جھجلی سیٹ پر کون ہے...“ دوسری آواز آئی۔
 ”روشنی ڈالو...“ ظفر کی آواز آئی۔
 پھر شاہد انہوں نے تاریخ کی روشنی جیب پر ڈالی تھی۔
 ”میں نہیں پہچانتا...“ عمران نے ظفر کی آواز دوبارہ سنی۔
 ”تم کون ہو...“ اس بار شاہد ان فاکان کو مخاطب کیا گیا تھا۔
 عمران نے اب پیچھے رہنا مناسب سمجھا۔ لیکن ظفر کا انداز گفتگو اسے غیر معمولی معلوم
 تھا۔ اس نے قریب ہی پڑا ہوا ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر دور اندھیرے میں پھینک دیا۔
 ”یہ کیا...؟“ کوئی پوچھا۔
 ”دیکھو...“ یہ ظفر کی آواز تھی اور پھر کوئی اسی سمت دوڑتا چلا گیا بعد عمران نے بار
 پھینکا تھا۔
 وہ بڑی چھرتی سے پتھر کی لوٹ سے نکلا اور ظفر الملک کے پیچھے جا کھڑا ہوا جو ٹھیکہ سے
 کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔
 ”بتاؤ... وہ کہاں ہے میں اسے زبردستی مرشد کے پاس لے جاؤں گا۔ اُسے... کھانا لانا
 میں مرشد کی کراہت سے کتنا طاقتور ہو گیا ہوں۔“
 عمران نے اس کی باتیں کٹتی پر ایسا بچا تھا ہاتھ رہید کیا کہ وہ دوسرے ہی لمحے میں اس
 بازوؤں پر حملہ کیا۔
 ”تم نیچے آ جاؤ...“ عمران نے آہستہ سے ایٹھنی سے کہا اور ان فاکان نے کھجلی ہاتھ
 کر دی۔ بیہوش ظفر کو کھجلی سیٹ پر ڈال دینے کے بعد اس نے ٹھیکہ کی طرف باور وازہ کھینچ
 ”ملک... کیا ہے...؟“ وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہہ سکی کیونکہ بعد کے احوال
 تبدیل ہو گئے تھے۔ عمران نے اس کی کٹنیاں دہائی تھیں۔ بے حس و حرکت ہو کر وہ کھجلی
 بازوؤں میں آگئی۔ اُسے اٹھائے ہوئے ان فاکان سے اس نے دوسری گاڑی کی کھجلی

اور کھولنے کو کہتا۔
 اس کی گاڑی کی کھجلی سیٹ پر ٹھیکہ کو ڈال کر اس نے ان فاکان سے کہا ”کھجلی آکھین میں
 ہے۔ گاڑی کو سڑک پر لے جاؤ۔ شہر کی طرف موڑ کر کھڑی کر دو اور میرے منتظر رہو۔“
 ان فاکان نے فوری طور پر اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ عمران پھر اسی بڑے پتھر کی لوٹ
 سے پتھر پھینکا۔
 سب سڑک پر پہنچی ہی تھی کہ اس نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سیں۔
 وہ آدمی جو اس کی تلاش میں گیا تھا شاہد جیب کی آواز پر پلٹ پڑا تھا گاڑی کے قریب پہنچ کر
 اسے تاریخ روشن کی اور دوا کر دیا۔ وہ جھجلی میں پکڑا لے گیا۔
 وہ گاڑی کی کھجلی سیٹ کی طرف بھاگتا تھا کہ اس کا بھی وہی ستر ہوا ہوا کچھ دیر پہلے
 ظفر الملک کا اونچا تھا۔ پھر اسے بھی اٹھا کر اگلی سیٹ پر بٹھا دیا گیا اس کی تاریخ ہاتھ آگئی تھی جس
 کی شہد عمران نے ٹھیکہ کی قمیض کے کنارے لکھنا شروع کیا۔
 ”... پتھا... شکر ہے کے ساتھ واپس...“ اگلی کچھ زیادہ پسند نہیں آئی تھی... اگر
 ظفر الملک نے تم نے کوئی خاص نسخہ آزمایا ہے تو اس کے تونے کے لئے بھی تیار ہو... ورنہ
 کی کی جسے المرشد آہستہ پڑے گا۔“
 اس کے بعد تاریخ کی روشنی ایک بار پھر اگلی سیٹ پر پڑی۔ وہ آدمی بدستور بیہوش تھا۔ تاریخ
 کو اٹھا لے کر عمران سڑک کی طرف چل پڑا۔
 ان فاکان نے گاڑی تھوڑے فاصلے پر روکی تھی۔
 ”...“ وہ آدمی کہہ کر...“ اس نے کھجلی سیٹ پر بیہوش ظفر الملک کے قریب بیٹھے ہوئے کہا۔
 ”تو تمہارا ہی ساتھی ہے۔“ ان فاکان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
 ”اس چلے چلو...“
 ان فاکان میں عمران نے سر وار گلاہ میں کی لٹکانے مانے تھے۔ ظفر الملک کی موجودہ
 تاریخ سے ہونے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ شہر کی آبادی سے دور ہی رہے۔
 ان فاکان میں وہ ہٹ تھا جہاں وہ اسے اس وقت لے جانا چاہتا تھا۔



سنگ ہی ان دونوں کو قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ وہ سر جھٹکے کمرے
خصوصاً ٹھیکہ بہت زیادہ نرم و نرم نظر آرہی تھی۔

سنگ اس وقت سنگ ہی تھا۔ مرشد نہیں۔ ٹھیکہ اسے مرشد کی حیثیت سے نہیں پہچانتی
تھی اور وہ المرشد میں بھی نہیں تھے۔

”یہ لڑکی کون ہے۔۔۔“ سنگ نے سرو سے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا ہاں یہ اسی کی گاڑی میں تھی۔ جب ہوش آیا تو مجھے اپنی گاڑی میں پڑی
”تم کون ہو لڑکی۔۔۔“

”میں۔۔۔ میں ٹھیکہ ہوں۔۔۔“

”عمران سے کیا تعلق ہے۔۔۔“

”کون عمران۔۔۔؟ میں تو اپنے بھائی ٹھیکہ کے ساتھ تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ
کیسے پہنچی۔“

”تمہاری قمیض کے کالر پر کیا لکھا ہے۔“

”کالر پر لکھا ہوا ہے۔۔۔“ ٹھیکہ نے حیرت سے دہرایا۔

”آئینہ اوپر ہے۔۔۔“ سنگ نے ہیرا رے سے بائیں جانب اشارہ کیا تھا وہ بے ساختہ
آئینے کی طرف بڑھ گئی۔

پھر سنگ کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نظر آئی تھی لیکن جب وہ اُس کی طرف
ایک بیک اس طرح سنجیدہ ہو گیا جیسے اُسے قہر آلود نظروں سے گھورنا پڑا ہو۔

”میں نہیں جانتی یہ سب کیا ہے۔“ ٹھیکہ نے غصیلی آواز میں کہا۔ ”میں اپنے بھائی
میں تھی یقیناً کوئی حادثہ پیش آیا تھا اور میں بیہوش ہو گئی تھی۔ بتاؤ اب میں کہاں ہوں
بھائی کہاں ہے۔“

”گاڑی میں دو آدمی تھے۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ دوسرا میرے بھائی کا دوست تھا۔ کہاں ہیں وہ دونوں۔۔۔“

”ہسپتال میں۔۔۔ چلو میں تمہیں وہاں لے چلوں۔۔۔“

”مجھے بتاؤ۔۔۔ کس ہسپتال میں ہیں۔ میں خود چلی جاؤں گی۔“

”اگلی کہاں بھگتی پھر وہی میں پہنچا دوں گا۔“ سنگ نے غم لہجے میں کہا۔

”میں پہنچاؤں یاں۔۔۔“ اس آدمی نے کہا۔

”شبت آپ۔۔۔ اپنے کمرے میں جاؤ۔۔۔ آج تم سے جو غفلت ہوئی ہے اس کی سزا جیتنے
کا وارنٹ ہو۔۔۔“

”میں بے قصور ہوں یاں۔۔۔“ وہ گڑ گڑایا۔

”میں کہتا ہوں چلے جاؤ۔“ سنگ ہاتھ اٹھا کر دھڑا اور وہ چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔

”اے۔۔۔ تو چلو۔۔۔“ سنگ ٹھیکہ کی طرف مڑا۔

”اے تم جیسے لوٹ پناہگ آدمی کے ساتھ باہر دیکھی جانا پسند نہیں کروں گی۔“

”ہاں اتنا ہی بد صورت ہوں۔۔۔ میری گلیا۔۔۔“

”اے۔۔۔ آپ۔۔۔“

”اے۔۔۔ عید سے پنا سے گھورے جا رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔
وہ اسی طرف بڑھی ہی تھی کہ سنگ نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

”اے۔۔۔ کھڑو۔۔۔ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔۔۔“ وہ غصیلے لہجے میں چیختی۔ ”میں مرشد
ہوں۔۔۔“

”اے۔۔۔“

”اے۔۔۔“

”اے۔۔۔ اس کا ہاتھ پھوڑ کر ایک دلدرد چیخ ماری اور غرضی پر گر کر اس طرف تڑپنے لگا
”اے۔۔۔“ وہاں سے گولی لگی ہو۔

”اے۔۔۔“ وہاں سے گولی لگی ہو۔

”اے۔۔۔“ وہاں سے گولی لگی ہو۔

”ننگ... کیا ہوا پاس...؟“ وہ بولکھلا کر اس پر ہلکا ہوا ہوا۔

”کچھ بھی نہیں...“ ننگ اس کا کریاں پکار کر چٹکا دیتا ہوا ہوا۔ ”اب نکل کر جھٹکے“
دکھانہ... جہاں کھیل بگڑا تھا۔

وہ عمارت سے باہر نکلے... یہ شہری آبادی کا ایک بھرپور حصہ تھا۔ ٹھیلے، کھیتیں، کھالی
وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ خود ننگ اسٹیرنگ کے سامنے بیٹھا تھا اور اس آوی کو بھی اگلی پر
اپنے برابر بٹھایا تھا۔ گاڑی حرکت میں آگئی۔

”لعل... لیکن... اب وہاں کیا ہو گا پاس...“ ننگ کا ساتھی وہی وہی ہی آواز میں

”اپنے ہونٹ جتنی سے بند رکھو...“

”اوکے... پاس...“



ظفر الننگ کو ابھی ہوش نہیں آیا تھا۔ وہ صوفے پر چپ پڑا تھا اور عمران اس کی لہجہ
لے رہا تھا۔ ان فاکان بھی اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔

ظفر کے پاس اس کا سب کچھ موجود تھا حتیٰ کہ وہ جیسی لڑائیں میسر ننگ اس کے پاس
دیا گیا تھا جو اسے جھگڑے کی طرف سے ملا تھا۔ بظنی ہو لڑ میں رہا اور بھی موجود تھا۔

دفتر عمران چونک پڑا۔ وہ اس کا بازو ٹٹول رہا تھا۔ کوئی سخت سی چیز داسے بازو سے
تھی۔ پھر وہ چیز اس نے بازو سے کھول لی۔ دیا سلائی کی ڈبیہ کے برابر ہی ہو گی۔

”اوہ... ڈکٹر...؟“ اچانک ان فاکان بڑبڑایا۔

”کیا مطلب...؟“

”جلدی بٹاؤ... یہ جگہ اس مقام سے کتنی دور ہو گی جہاں سے ہم آئے...“

”بس ایک یا دو میل...“

”اوہ... تو جلدی سے اپنے تھکے کا انتظام کرو... اس ڈکٹر کا ریسپونڈ...“

سیدھا سیدھا اسے گا کہ یہ پانچ میل کے دائرے میں بے حد سوٹر ثابت ہو گا۔

”کیا وہ ٹھیک اسی عمارت کے سامنے رک سکیں گے...“

”یقیناً ہمارے نئے آلات ایسے ہی موثر ہیں...“

عمران پھر ظفر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اب وہ اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ رہا تھا۔ اس کے بعد
انہوں نے ٹیپ پر چڑھ کر ہوش آتے پر آواز نہ نکال سکے۔ ان فاکان اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

”تم میرے ساتھ چلو...“ عمران نے اس سے کہا اور ہتھ میں اندھیرا کر کے باہر نکل آیا۔
”کیا کرنا چاہتے ہو...؟“ ان فاکان نے آہستہ سے پوچھا۔

”بس دیکھتے رہو...“

عمران نے ہتھ کا دروازہ مقل کر دیا تھا اور اب وہ دونوں اندھیرے میں ایک طرف چلے
جاتے تھے۔

”ان تینوں لڑکیوں کے لئے تم کیا کچھ نہیں کر رہے...؟“ ان فاکان بڑبڑایا۔

”میں انہیں تو ہوں... ایک آدھ سے کیا فائدہ...؟“

”تم لوگ چار چار شاہدیاں کرتے ہو...؟“

”ہمارے آگے سفر کا کرنا پنا لیسواں کرنے کے لئے...“

”یہ کیا ہو رہا ہے...؟“

”ہت زور وار ہو رہا ہے... تم نہیں سمجھ سکو گے...“

”مے مجھے کیا... تمہارا اپنا فنی معاملہ ہے...“

”ہماری قوم کا فنی معاملہ ہے... عورت اور جیس... اس کے علاوہ اور کچھ نہیں پتا ہوتا...“

”بعض اوقات تمہاری باتیں بالکل سمجھ میں نہیں آتیں...“

”اس تو اب ہم دیکھیں گے ڈکٹر کے کمالات...“ عمران نے کہا اور پچھلے پچھلے رک گیا۔

”اس طرف اندھیرے کی اور سناٹے کی خطرانی قسمی... آسمان بازووں سے ڈھکا ہوا تھا۔“

عمران نے ان فاکان کو واپس رکھنے کو کہا اور خود ٹینل مارچ کی محدود روشنی میں آگے بڑھتا

”کیا ایسا جگہ کی تلاش میں تھا جہاں ڈکٹر کو رکھ کر اس کے پاس ہی خود بھی چھپ

تھا۔ اس کی طبیعت میں دیا ہوا تھا۔ اچانک اس میں خود بخود سمجھنا جیت سی چلا ہو گئی اور عمران

”اور ڈکٹر سے آواز آئی۔“

"بھتیجے... تمہارے پر اسرار ساتھی نے یہ تو بتا دیا کہ یہ ڈکٹر ہے لیکن اسے شاید علم نہیں کہ اس کے توسط سے رلیسیونگ آپریشن پر میں تم دونوں کی گفتگو بھی سن سکوں گا اور تم تک ایسا آواز بھی پہنچا سکوں گا۔ اس وقت دو کام ہوئے کہ تمہاری ساری فطائیں فوری طور پر معائنہ کر رہا ہوں۔ اور دو چیزیں لڑکیاں بھی صبح تک تمہارے پاس پہنچ جائیں گی۔ میرے پاس بھانجے بھانجرتوں کی عورتوں کی کمی نہیں۔ مجھے پہلے ہی ڈان فاکان نے شہید ہوا تھا کہ یہ میری نگرانی ہے۔ مجھ پر مسلط کیا گیا ہے۔ لہذا میں نے تمہارے ملک کی باشندہ لڑکیوں کو اس کے توسط سے جڑواں تھا۔ جس کے نتیجے میں پلا آخر یہی ہوا کہ وہ تم سے کھل گیا۔ ظفر کو ڈکٹر سمیت تم تک پہنچا دیا۔ مقصد یہی تھا کہ کسی طرح ڈان فاکان پوری طرح روشنی میں آ سکے۔ سنتے رہو... تمہاری توجہ مجھ تک نہیں پہنچ سکے گی۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم ایک اجنبی کے ساتھ پولیس اسٹیشن سے جا رہے ہوئے ہو۔ اپنے اندازے کے مطابق میں نے اسے ڈان فاکان ہی سمجھا تھا اور تم نے دیکھا کہ وہ اندازہ غلط نہیں تھا۔ وہ میک اپ میں ڈان فاکان ہی لگا۔ بس پھر میں نے ظفر کو اپنے ایک کار کے ساتھ تمہارے تعاقب میں روانہ کر دیا۔ ظفر کے پاس رو کر تم دونوں نے جس قسم کی گفتگو کی تھی اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ٹی قمری بی بی مجھ پر اعتماد نہیں کرتی۔ خیر یہ بہرائقی ہو ہے... میں دیکھوں گا... ظفر صبح بارش ہو جائے گا بے فکر رہو... اور اب سنو... فاکان کی آخری چیخ..."

وہ یقیناً کسی ایسے ہی فرد کی چیخ تھی جس نے اجنبی کرب کے عالم میں دم توڑا تھا۔

ہونا تو یہی چاہئے تھا کہ عمران بے ساختہ اسی طرف دوڑا لگا تا جہاں ڈان فاکان کو پکڑ لیا لیکن اس سے اس قسم کی اضطرابی حرکت سرزد نہ ہوئی۔

ڈکٹر کو اس نے بہت دور اندھیرے میں اکٹلی پھینک دیا اور خود بیٹے کے شانہ بشانہ کر آہستہ آہستہ اس سمت دیکھنے لگا جہاں ڈان فاکان کو ٹھہرا آیا تھا۔

اس کے ریل اور میں پورے راکنڈ موجود تھے اور اب وہ اس کے واسطے ہاتھ کی گڑھی

تھا۔ مثلاً... گہرا سناٹا... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے روزِ ازل سے اب تک وہاں کوئی آدمی

ہو۔ مطلقاً۔ جگہ تک پہنچنے میں پورے عرصے میں منت صرف ہوئے تھے اور پھر وہاں پہنچ گئے

ایا... غیر متوقع نہیں تھا۔

ڈان فاکان کی لاش سامنے پڑی تھی دل کے مقام پر دسے تک ایک ٹختر بیوست تھا۔



پہلے دن کی کھشت نے جیمسن کی کھوپڑی گھمادی تھی لہذا صبح گھر سب سے پہلے اس نے ایک ہیئر ڈریسر کے نوالے کر دیا۔

پھر ہجملہ جھکا لے پاک ہوا تو چاند ہی صورت اٹھ آئی۔ سر کے بال بھی متوازن انداز میں

ہم حال علیہ تبدیل کر کے ایک بار پھر اس نے المرشد کی رلائی۔ اسے علم نہیں تھا کہ ظفر پر کتنی ہی عمر ان سے بھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ لہذا اس لڑکی کے بارے میں کیا علم ہو سکتا تھا کہ وہ ان کی بدروح کی طرح اس پر مسلط ہو گئی تھی۔

ان اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ مرشد کی اچھی طرح خبر لے گا۔ لیکن المرشد کی کپڑوں میں کتنی ہی ایسا محسوس ہوا جیسے کسی بہت بڑے ماتم کدے میں چلا آیا ہو۔ ہر طرف سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ لان پر بے شمار افراد زار و قطار رو رہے تھے۔ ان میں ایک جانی پہچانی

ان کا زنی سے اتر کر اسی کے پاس جا کھڑا ہوا۔

"کیا بات ہے..." اس نے ٹھیکید کو مخاطب کیا۔

ان کی آواز میں کچھ گہرائی تھی۔ اسے غور سے دیکھا اور پھر سنسکیاں لیتی ہوئی

کیوں... کیا ہوا مرشد کو..."

"...ہو گئے..."

"...ہے..."

"...وہ قمارت کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"...میرے کہاں ہیں..."

...ہو گئے... ہائے مرشد... اب شررت فردوس کون دے گا۔ میں تو خود کشی

کرلوں گی۔۔۔ بات سب مر جائیں گی۔" ۱
 جنسین عمارت کے اس حصے کی طرف بھیجا جہاں مرشد حلقہ کیا کرتا تھا اور پھر اس نے م
 کے تحت پر اس کا ہت اور یکساں اسی مخصوص انداز نشست میں۔
 قریب جا کر اسے چھو اور سمجھ رہا تھا۔ رجب و رومن کی بناء پر دور سے گوشت و پرست
 معلوم ہوتا تھا۔۔۔ لیکن حقیقتاً پتھر۔۔۔ ۱

"ہو۔۔۔ پر بخت ہو۔۔۔ ۱" پست سے آواز آئی اور جنسین ابھل کر پیچھے ہٹ گیا
 آدمی دروازے میں کھڑے اسے گھور رہا تھا۔
 "کیا کر رہے ہو۔۔۔ ۲" ایک نے ڈنٹ کر پوچھا۔

"دیکھ رہا تھا۔۔۔ ۱"
 "باہر نکل جاؤ یا نہ نصیب۔۔۔ تم جیسے بد عقیدہ لوگوں ہی کی وجہ سے ہمیں یہ دن دیکھنا
 ایک بہت بڑی جتنی کے سامنے سے محروم ہو گئے۔ ۱"
 جنسین چپ چاپ باہر نکل آیا۔ اسے سرزنش کرنے والوں میں ایک لڑکی بھی تھی
 کے ساتھ ہی آئی تھی۔

"کیا خیال ہے۔۔۔ ۲" اس نے جنسین سے پوچھا۔ "کیا وہ بچہ پتھر۔۔۔ ۱"
 "سو فیصد۔۔۔ رجب تراشی کا ایک اعلیٰ نمونہ۔۔۔ ۱" جنسین شخص کی سانس لے کر بولا
 "تمہیں ہاتھ لگانے کی جرأت کیونکر ہوئی۔ ۱"

"کیوں اہل میں جرأت کی بات ہے۔۔۔ ۱" جنسین اسے گھورتا ہوا بولا۔
 "کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ انہوں نے تمہیں اس پر کس طرح لاچار رکھا۔ ۱"
 "ناگل ہو گئے ہیں سب۔۔۔ وہ کوئی بہت بڑا شخص ہو کر تھا۔ ۱"

"شکر ہے۔۔۔ ۲" ایک آدمی تو ایسا ملا۔۔۔ ۱" لڑکی خوش ہو کر بولی۔ "تو کب تک
 گفتگو کرتے ہیں۔ ۱"

وہ اسے ان کے ایک دور افتادہ حصے میں لائی۔
 "تو تم اسے فرقا سمجھتے تھے۔۔۔ ۱" اس نے آہستہ سے پوچھا۔
 "ہاں۔۔۔ اول درجے کا فرقا۔ ۱"

"لیکن یہاں کسی کے سامنے یہ بات نہ کہنا۔۔۔ ۱"
 "کیوں۔۔۔ ۲"

"کل شام اس نے حلقے میں کہا تھا کہ کچھ لوگ اسے فرقا سمجھتے تھے۔ اس نے وہ بھدی
 مردار گڈھ کو اپنے فیوض سے محروم کر دے گا۔ لوگوں نے ایسے افراد کی نشاندہی چاہی تھی۔ لیکن
 مرشد نے ایسا نہیں کیا تھا۔ ۱"

"جب تو خطرناک بات ہے۔۔۔ مجھے اپنی زبان بند ہی رکھنی چاہیے۔ لیکن تم اس بھیڑ سے
 اہل انک معلوم ہوتی ہو۔ ۱"

"ہاں۔۔۔ اول درجے کا فرقا تھا۔۔۔ اس نے مجھے یہ یاد کر دیا۔ ۱" لڑکی نے کہا اور اچانک
 ہواٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"اوہ۔۔۔ مجھے افسوس ہے۔۔۔ افسوس ہے۔۔۔ ۱" جنسین بوکھلا گیا۔
 "یہ سب بڑا یاد ہو چکی ہیں مگر مجبور ہیں۔ ۱" لڑکی خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔
 "م۔۔۔ مجبور کیوں ہیں۔۔۔ ۲"

"اس ناپاک مشروب کی عادی ہو چکی ہیں جو یہاں شربت فردوس کہا جاتا ہے۔ ۱"
 "یہ کیا بات ہے۔۔۔ ۲"

"یہ پوچھو۔۔۔ میں نہیں جانتی۔۔۔ سب کچھ جانتے جہنم میں۔ ۱" وہ گھاس پر بیٹھ گئی اور
 انہوں نے انہوں سے دست چھپائے روتی رہی۔

جنسین اسے وہیں چھوڑ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھتا دوسرے ہی لمحے میں وہ کیا ٹوٹ سے باہر نکلا۔
 کچھ دور چل کر ایک جگہ گاڑی روکی اور جیسی فرانس میٹر پر عمران سے رابطہ کرنے کی کوشش

کی۔
 "کوئی جنسین۔۔۔ ۱" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ "تم کہاں ہو۔۔۔ ۱"

مرشد کے قریب۔۔۔ ۱"
 "کیا کر رہے ہو۔۔۔ ۱"

مرشد پتھر کا ہو گیا ہے۔۔۔ ۱" اس نے کہا اور اس سلسلے میں وہ سب کچھ دہرایا جو المرشد
 نے کہا تھا۔

"خوب...! آواز آئی...! اچھا تم وہیں ٹھہرو... میں آ رہا ہوں۔"

"یہاں اس پتھر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ ہر بائی ٹس بھی نہیں دکھائی دیتے۔"

"ظفر میرے پاس ہے... فلٹر کرو۔"

"حقیک کاؤ...! جسٹس نے طویل سانس لی اور ٹرانس میٹر کا سوکچ آف کر دیا۔

پھر وہ ایک سگریٹ سٹاک کر چھا ہوا اور آرام سے سیٹ پر پھیل گیا۔ گاڑی سڑاک سے ہٹا کر

روکی تھی۔ اس لئے آرام میں طفل اندازی کا خدشہ بھی نہیں تھا۔

پندرہ یا تیس منٹ بعد وہاں عمران کی گاڑی پہنچی تھی۔ ظفر الملک بھی اس کے ساتھ تھا۔

"ارے... ارے...! عمران جسٹس کو کھو رہا ہوا ہے۔" یہ تم ہو... میں تصور بھی نہیں

کر سکتا تھا کہ پھیل جانے کے بعد اتنے خوبصورت اٹھو گے۔"

"کیا کرتا... میں تو اس مردود سے نہیں آیا تھا! جسٹس نے کہا اور ذرا انت نکال دیے۔

"ہوں... خیر... تو ان لوگوں نے تمہیں بد عقیدہ لوگوں میں سے سمجھا تھا۔" عمران

سوال کیا۔

"کی ہاں... تم اور ظفر یہیں ٹھہرو... میں دیکھتا ہوں۔"

ظفر جسٹس والی گاڑی میں جا بیٹھا... اور عمران اپنی گاڑی المرشد کی طرف بڑھانے گیا۔

"کہتے ہو رہائی ٹس... کوئی لڑکی ہاتھ لگی...! جسٹس نے ظفر کو مخاطب کیا۔

"نکو اس مت کرو... میں اس پتھر میں تھا کہ اس سے مرعوب نہ ہونے پاؤں۔"

"اوہ تو اس وقت ہوش ہی میں تھے جب مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔"

"یقیناً ہوش میں تھا۔"

"تب تو بڑی زیادتی ہوئی میرے ساتھ۔ اگر امیر خزانہ نے عمرو عیار سے ایسے بڑا کام لیا

وہ یا حیدر افراسیاب سے ہامتا۔ خیر یہ حال آپ کی واپسی کیونکر ہوئی تھی۔"

"مجھے کچھ پتا نہیں... شاید کافی میں کوئی نشہ آور چیز دی گئی تھی۔ پھر مجھ پر کیا کھدائی

میں نہیں پاتا... آج صبح خود کو مرانا صاحب کے قریب پایا تھا۔"

"کہیں یہ عمران صاحب بھی تو کسی قسم کے مرشد و مرشد نہیں ہیں۔"

"فضول باتیں نہ کرو... ہم سب ایک بڑی دشواری میں پڑ گئے ہیں۔ وہاں خاکان

لے عمران صاحب اپنی آمد واری پر حوالات سے نکلوانے تھے۔"

"ارے تو کیا ہم کچھ اٹھائی کیرے ہی ہیں۔" جسٹس نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"اور ہاں سنو... وہ تینوں لڑکیاں بھی واپس پہنچ گئیں۔"

"جسٹس...! جسٹس اچھل پڑا۔

"آج صبح... مرشد نے خود جھگڑا ہوا۔"

"ابھی صرف پتھر کا ہوا ہے۔ انہیں ایک دن اور روکے رکھتا تو شاید پانی ہو کر بہہ جاتا۔"



عمران نے المرشد کی کپڑوں میں گاڑی روک دی اور اترتے اترتے وہاں سے مار مار کر روکے

"ہائے... میں یہ کیا سو رہا ہوں... ہائے مرشد... ہائے مرشد...!"

وہاں تو سب ہی گریہ و زاری میں مبتلا تھے۔ کسی نے اس کی طرف دھیان تک نہ دیا۔

"اوہ فریاد کئے جا رہا تھا۔" ہائے... کوئی مجھے اس کی کرامت ہی کا وہیہ اڑا کر اے

"ہائے مرشد... ہائے مرشد...!"

اس نے حوالات کے اس حصے کی طرف جانا جہاں مرشد کا بت موجود تھا لیکن کسی لوگ رہ

نہیں رہ سکتے۔

"وہاں کوئی نہیں جا سکتا... کسی نے کہا۔

"کیوں... بھائی...!"

"وہاں لوگ بے حرمی کرتے ہیں۔"

"ان میں تو بد عقیدہ نہیں... مجھے دیکھ کر لینے دو... چار دن ہوئے میرا اونٹ کھو گیا

"وہاں کرامت سے خود ہی واپس آ گیا۔"

"وہاں... تم اندر نہیں جا سکتے۔"

"وہاں... میں یہیں رو رہا ہوں کہ اپنی جان دے دوں گا۔" عمران آٹھویں پاٹھی مکران پر

وہاں رہ کر خاموشی نے اپنے سر پر دو تھوڑا سا تھپا۔

"خاموش بیٹھے رہو... ورنہ تھپڑوں پر رکھ لوں گی..." وہ دانت چیں کر بولی۔
عمران نے سہم جانے کی ایکٹنگ کی تھی۔
ٹھیک اسی وقت بائیں جانب والے دروازے سے تین آدمی نمودار ہوئے۔ ایک کے

میں سائیکسٹر لگا ہوا ہوا اس پر پتول تھا۔

لڑکی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

عمران جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا۔

سک... کیوں...؟

لڑکی بھلائی۔

مسلم آدمی نے عمران کی طرف اشارہ کر کے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"آخر کیوں... ایک سیڑھی سادھے آدمی کے پیچھے پڑے ہو..."

لڑکی رو ہانسی ہو کر بولی۔

"تم خاموش رہو..."

"میں پوچھ رہی ہوں تمہیں اوپر آنے کی جرات کیسے ہوئی..."

علاء وہ اور کوئی نہیں آتا۔

"نکواس بند کرو..."

لڑکی عمران کے سامنے تھن کر کھڑی ہو گئی۔

"ہٹ جاؤ... سامنے سے..."

مسلم آدمی غرایا۔

"ہرگز نہ ہٹنا..."

عمران کراہا۔

پھر دونوں آدمی لڑکی کو ہٹا دینے کے لئے آگے بڑھے ہی تھے کہ عمران نے ایک

مددگار سے آگے بڑھا۔

اس کے بعد مسلم آدمی کی تو شامت ہی آگئی تھی۔ اس نے مزہ کر دوسری طرف

کے اچھل کر دوڑ جا پڑا۔

اور اس کے پیٹ پر عمران کی لات پڑی تھی اور لاسر ہو گیا۔

کے ہاتھ میں آگیا تھا۔

"پیچھے ہٹو..."

انہوں نے اس کے دونوں ساتھیوں کو لٹکا کر "تو بڑے لکڑ"

"تمہیں پتول چاہا آتا ہے..."

عمران نے لڑکی سے پوچھا۔

"نہیں..." وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔

اگرے باپ رستے... مجھے بھی نہیں آتا۔

"بالکل گھمڑ ہو..." وہ دانت چیں کر بولی۔

"ان کے سامنے کیوں کہہ رہے ہو..."

بھائی جیوٹ بولنے سے کیا فائدہ..."

"پلاؤ مر دو کو..."

"تیسرا آدمی پیٹ دہائے ہوئے چپکا۔

اگے... مردو... مردو نہ کہنا... ہاں..."

عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

گالیاں

است کر سکتا۔

یہ قاتر نہیں کر سکتا گا..."

تیسرا آدمی دہاڑا۔

پھر جیسے ہی وہ دونوں ہاتھ کرا کر عمران کی طرف پیچھے اس نے بھلائی دے کر ایک کی کینٹی پر

لٹاؤں کا دستہ رسید کر دیا۔ دوسرے کے منہ پر بائیں ہتھیلی پوری قوت سے پڑی تھی۔ وہ

تیسرے آدمی پر جا پڑا۔ اس نے کراہ کر اسے ایک گندی سی گالی دی تھی۔

اس کی کینٹی پر پتول کا دستہ پڑا تھا وہ تو پھر اٹھ ہی نہ سکا۔ دوسرا آدمی سنبھل ہی رہا تھا کہ

اس نے ان دونوں پر چھلانگ لگائی۔ پتول کی مال اب بھی اس کی منگی میں بکڑی ہوئی تھی۔

اس نے پھر اس کا دست کام کر گیا۔ اب تیسرا پوری طرح عمران کی گرفت میں تھا۔ اس

نے اس کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ "اے سنبھلو..."

لڑکی کی طرح بوکھلائی ہوئی تھی۔ پتول کو ہاتھوں پر روکنے کی کوشش میں خود بھی منہ

پر لگا رہی تھی۔

اس نے بولی آئی۔

اس نے آدمی کو تھپٹ کر اٹھا ہوا ایلا "اب بتاؤ... وہ کہاں ہے..."

کون..."

اس نے...

میں کچھ نہیں جانتا۔

اس نے اس طرح توڑ دوں گا کہ تم آواز بھی نہ سن سکو گے۔

اس نے دونوں بیویوں کی طرف دیکھا اور تھوک اگل کر رہ گیا۔

"وہ آدھے گھنٹے سے پہلے بوش میں نہ آسکیں گے۔" عمران امتحانہ انداز میں نہیں بولا۔ "میری بات کا جواب دو۔"

"مم... میں نہیں جانتا... مجھے بیٹھ جانے دو... کھڑا نہیں رہ سکتا۔"

عمران نے اس کا کریبان چھوڑ دیا اور وہ دم سے فرش پر بیٹھ گیا۔ پیٹ اب بھی وہاں ہاتھوں سے دبا رکھا تھا۔

"آرام سے بیٹھو۔" دفعتاً عمران نے بے حد نرم لہجے میں کہا اور بظلوں میں ہاتھ دے اسے دیوار سے لٹکاتا ہوا بولا۔ "کھلائی ضرور کر دیتا ہوں لیکن بعد میں ترس بھی آتا ہے جو گمروں"

اس نے سر کو مٹی جیٹش دی اور آنکھیں بند کر لیں۔

لڑکی اس کے پیچھے کھڑی تھی نہ انداز میں پلٹیں جھپکائے جا رہی تھی۔

عمران نے مڑ کر اس کی طرف چھو گم کا پیکٹ بڑھا دیا۔

"تھ... تم... کھل چلنے کی فکر کیوں نہیں کرتے۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"چھو گم...!"

اس نے عمران کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"ارے... تم... تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔" عمران نے اسی کے سے پستول لیتے ہوئے کہا۔ "لاؤ... کہیں خود بخود نہ چل جائے۔"

لڑکی کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے کبھی وہ ان تینوں کی طرف دیکھتی اور کبھی گھورنے لگتی۔

آہستہ آہستہ تیسرے آدمی پر بھی فشی طاری ہوتی جا رہی تھی۔

"اے... اے... تو وہ بھی کیا...!" عمران اسے نہ تشویش نگاہوں سے دیکھتا تھا۔

"آخر... تم کرنا کیا چاہتے ہو... یہ لوگ کیوں تمہارے دشمن ہو گئے ہیں۔"

"کیا تم انہیں پہلے بھی یہاں دیکھ چکی ہو...؟"

"نہیں... یہ سچے میرے لئے بالکل نئے ہیں۔"

عمران نے اس دروازے کی طرف دیکھا جس سے وہ تینوں اس کمرے میں آئے تھے۔

"آؤ... وہ لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔ "دیکھیں کہ آخر یہ کیا..."

... تھے۔"

دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے دروازہ بند کیا اور اسے بولٹ کر تھوڑی سی بولا۔

"کہہ رہا ہوں کہ چھو گم کا ایک بیٹا لڑائی کرو... دل کو خاصی ڈھارس ہو جائے گی۔"

"کیسی ڈھارس...؟"

"مجھے ڈھارس کے معنی ہی نہیں معلوم بس زبان سے نکل گیا تھا... معاف کر دو... بھلا"

اسی کوئی لفظ ہوا... ڈھارس... اوتھہ...!"

"تم آخر ہو کیا چیز...!"

"نہی پتا لگاؤ... مجھے تو نہیں معلوم...!" عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اسی کمرے میں فرنیچر نہیں تھا۔ لیکن فرش پر اعلیٰ درجے کا قالین بچھا ہوا تھا اسنے بھی ایک

دھڑا لڑا۔ عمران آگے بڑھ کر اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن شاید وہ بے قفل تھا۔

"الو...!" وہ سر ہلا کر پر غور لگے میں بولا۔ "تو یہ اسی کمرے میں تھے۔ لیکن غصہ..."

"الو...!" وہ سر ہلا کر پر غور لگے میں بولا۔ "تو یہ اسی کمرے میں تھے۔ لیکن غصہ..."

اسی کمرے میں سے کسی کے پاس دروازے کی کچی موجود ہو... میں دیکھتا ہوں۔"

اسی کمرے میں سے وہاں آیا جہاں وہ تینوں بیروشن پڑے تھے۔ ان کی جامد تلاشی نے ڈالی

اسی کمرے میں سے بھی کچی پر آمد نہ کر سکا۔ مایوسانہ انداز میں سر ہلاتا ہوا قالین والے کمرے میں

گھور لائی دیوار سے لگی کھڑی بڑی طرح پاپ رہی تھی۔

"الو... کیا ہوا... کیا بات ہے...؟" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

اسی میں سے عجیب سی آواز اُٹتی تھی اور فرش بٹنے لگا تھا۔ "اس نے خوف زدہ ہی آواز

... دے کر آؤ...!" وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ پہلے کمرے

... لگا۔ وہ خود دروازے کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔

اسی کمرے میں آہستہ آہستہ نیچے جا رہا تھا۔

... کیا ہے... یہ کیا ہو رہا ہے...؟" وہ عمران کو جھجھکتی ہوئی بولی۔

... میں تو پہلی بار اس عمارت میں داخل ہوا ہوں۔" عمران نے کہا اور وہی

... لڑکی لال لیا جو کچھ دیر پہلے ملے آوروں سے چھینا تھا۔

لاڑکی آگے بڑھ کر اسی کے قریب آکھڑی ہوئی تھی اور حیرت سے نیچے جاتے ہوئے فرش کو دیکھنے جا رہی تھی۔

پھر جو کچھ ہوا تھا چانک ہی ہوا تھا۔ عمران کسی طرح بھی اس کا تذکرہ نہ کر سکا۔
ساتنے والی دیوار کے ایک مورخ سے دھوکے کا ایک کلیف مرحولہ آمنتہ کران کے چہرہ پر آیا تھا اور وہ ہرے ہو کر اسی فرش پر جا کر سے تھے جواب تیز رفتاری سے نیچے جا رہا تھا۔



المرشد میں عمران کے سلسلے میں جو ہنگامہ برپا ہوا تھا اس کی خبر ان دونوں تک پہنچنے میں دیر نہ گئی۔
”یہ تو بہت بڑا ہوا...“ ظفر بڑبڑایا۔ ”بہیں کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔“
”سنتے یورہائی نس...“ جسمن نے اسامندہ بنا کر بولا۔ ”کچھ دیر پہلے وہاں میرے ساتھ
برتاؤ نہیں ہوا تھا اور آپ بھی مرشد کے آدمیوں کے لئے جانے بچائے ہیں۔“
”کچھ بھی ہو...“

”میں بغیر سوچے کچھ کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا یورہائی نس...“
یہ دونوں ابھی تک وہیں موجود تھے جہاں عمران انہیں پھونڈ کر کیا تھا۔ عمران سے
اطلاخ اس طرح ملی تھی کہ المرشد سے واپس آنے والوں میں سے ایک ان کے قریب رک گیا
اور سگریٹ سٹاکنے کے لئے ان سے دیاسلائی مانگی تھی لوگ اب بھی اُدھر سے گزر رہے تھے۔
”میرا خیال تو یہ ہے کہ ہمیں یہاں سے ہٹ ہی جانا چاہئے۔“ جسمن بولا۔

ظفر جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک اسٹیشن دیکھ کر قریب سے گزری اور قہر
جا کر رک گئی۔ اس پر سے پانچ لڑکیاں چھلانگیں مارتی ہوئی اتری تھیں اور ان کی طرف
آئی تھیں۔

”یہ مردود بھی انجی میں سے ہے۔“ ایک لڑکی ظفر کی طرف ہاتھ اٹھا کر نیکی۔
دونوں نے اسے پہچان لیا تھا۔ یہ شکلیہ تھی۔

انہوں نے اپنی جیب سڑک سے اتار کر تاجدار زمین پر روکی تھی۔ ہذا فوری ہر
نکفے کا امکان بھی نہیں رہا تھا۔ جتنی دیر میں خود کو سنبھالتے لڑکیاں ان پر نوٹ چڑھ
”ارے... ارے... سنئے تو سکی...“ ظفر بولکھلا کر بولا۔

”یہ سننے کے لئے نہیں بیہ اہوئیں یورہائی نس...“ بھاگے۔ ”جسمن چھلانگ مار کر جیب
کو دھکا دیا بولا۔

ظفر جیب ہی میں رہ گیا تھا۔ پھر کسی نہ کسی طرح وہ بھی نیچے کودنے میں کامیاب ہو گیا۔
اب وہ دونوں شیب میں دوڑے جا رہے تھے اور لڑکیاں ان پر پتھر اڑا کر رہی تھیں۔
ہار تو جہاں تھیں وہیں سے پتھر چن چن کر ان پر پھینک رہی تھیں۔ لیکن شکلیہ نے بہت
دیر میں آکر تعاقب کی ٹھان لی تھی۔

پتھروں کی رنج سے نکل کر دوڑا رک گئے۔ لیکن پتھر اب بھی برساتے جا رہے تھے۔ ایسا
معلوم ہوا تھا جیسے وہ چاروں پاگل ہو گئی ہوں۔

”لو... ایک تو دوڑی آ رہی ہے۔“ جسمن اچھل کر پھر بھاگا۔ لیکن ظفر جہاں رکا تھا
وہاں رہا۔

”قریب پہنچی کر پھر بھٹ پڑی۔ ظفر نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے تھے۔ اور وہ
پہل کر اس کے منہ پر ٹکریں مارنے کی کوشش کر رہی تھی۔

”جسمن! وہ دور جا کر کلاور جیتنے لگا۔“ بھاگے چھڑا کر... وہ بھی چلی آ رہی ہیں۔“
ظفر نے ہلک کر اُدھر دیکھا تو جیج انہیں بھی اُدھر ہی دور لگاتے پلایا۔ شکلیہ کو پرے ہٹانے
کا۔

”یہ بہت بڑا تو جس وہ منہ اٹھائے دوڑتے ہی پٹے گئے تھے۔ چاروں لڑکیاں پھر رک کر پتھر
پھینک رہی تھیں۔ لیکن شکلیہ تھی کہ دیوانہ وار ان کے پیچھے دوڑی ہی آ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
کہ وہ انہیں تعاقب کا کار اور کھتی ہو۔

”یہ کی کوشش کیجئے۔“ جسمن نے ظفر کو مخاطب کیا۔

”یہ کی کوشش کیجئے۔“ ظفر بولا۔ ”آخر بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔“
”یہ اہل لڑکیاں... خدا کی پٹو... میرے لئے تو ایک ہوش مند بھی موت کا
کھیل ہے۔“

”پھر جاتو۔ وہ بہت پیچھے رہ گئی ہیں۔ آؤ اس دورے میں جس پٹو...“
”یہ لڑکی تھی لہذا تیز رفتاری کو برقرار رکھنا آسان نہیں تھا۔ ساتنے والی دراز میں

داخل ہونے سے قبل ظفر نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا۔ کلیلیہ نے چپکنا نہیں چھوڑا تھا۔ لہذا چاروں نہ دکھائی دیں۔

ظفر رک گیا اور جنسن کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی روکنے کی کوشش کی۔ "مضمحل جاننا نہیں ہے۔"

"آپ کے ساتھ دیکھ کر مجھے بھی پہچان لے گی۔"

"میں کہتا ہوں بکواس بندہ کرو۔۔۔۔۔"

جنسن نے اسامندہ ہٹائے ہوئے رک گیا۔ دونوں شدت سے ہاتھ رہے تھے۔

آن کی آن میں کلیلیہ بھی وہیں آچکی۔ لیکن اعتقاد کی طرح انہیں گھورتی اور ہانپتی پھر اس طرح لڑکھرائی جیسے بیہوش ہو کر گرے والی ہو۔

ظفر نے ہاتھ بڑھا کر اسے سہارا دیا اور جنسن دوسری طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر معلوم ہوتا تھا جیسے کلیلیہ کے ساتھ ظفر کا رویہ بہت گراں گذرا ہو۔

ظفر نے کلیلیہ کو سہارا دے کر بٹھا دیا اور آہستہ سے بولا۔ "آدمی ہو۔۔۔۔۔ بتاؤ۔۔۔۔۔" کی کیا وجہ ہے۔ میں مرشد کا دشمن نہیں ہوں۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ ٹھیک اس وقت ظفر بائیں جانب والی چٹان پر پڑی اور اس کی آنکھوں میں تاری تاری گئے۔ تین درالوں کی جانب اٹھی ہوئی تھیں اور ایک آدمی چٹان سے نیچے اتر رہا تھا۔

اس نے ظفر کو بھی اس جانب متوجہ کیا۔ کلیلیہ بولکھا کر کھڑی ہو گئی۔ یہ آدمی وہ علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

قریب پہنچ کر وہ سانپ کی طرح ہچکچا کر "چپ چاپ اس درے میں داخل ہونا" "یقیناً۔۔۔۔۔ یورہائی ٹس۔۔۔۔۔" جنسن نے بڑے ادب سے کہہ کر ہتھ پکڑ لیا۔

ظفر اس سے دیکھا تھا لیکن وہ اس کی پروا نہ کرے گا۔ وہ اٹھ کر گیا۔ مرشد نے پکڑ کر آگے بڑھاتے ہوئے کہہ "مرشد کا سایہ ہمیشہ تم پر رہے گا۔ تم شربت خور نہیں ہو سکتی۔"

"مجھے سب کچھ مل گیا۔۔۔۔۔ اب میں زندہ رہوں گی۔" وہ کیپٹانی ہوئی اور

درے کی طوائف کم از کم پچاس فٹ ضرور رہی ہوگی۔ دوسری طرف پہنچ کر انہوں نے خود کو ایک بہت ہی دشوار گزار راستے پر پایا۔ یہاں مزید چار مسلح آدمی دکھائی دیے جن کے ریلوے کی طرف اٹھ گئے تھے۔



پھر حرکت کرنا ہوا فرش ختم گیا۔ عمران نے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں دھار کھی تھیں لیکن ابھی شدید جلن تھی جیسے کسی نے مرچوں کا سفوف جھونک دیا ہو۔

سرسبز تو کرنا رہی تھی۔ پھر اسی حالت میں کسی نے عمران کو جکڑ لیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھلیں تو کوشش کی لیکن ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی ہڈی پر تلخ لطف میں دس گنا اضافہ ہو گیا ہو۔

آنکھیں بند کر لینی پڑی تھیں۔ شاید وہ آدمی اسے گھسیٹے ہوئے کسی طرف لے جا رہے تھے لیکن اس کی رائیں بھی سن رہا تھا۔

لگا کہ چند درخت تک اسے چلنا پڑا تھا۔ پھر بغلوں میں ہاتھ دے کر اسے گئی اونچی جگہ پر لگا ہوا تھا۔

"اگر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ بھائیو۔۔۔۔۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

اب وہ اب ملنے کے بجائے کسی وزنی دروازے کے بند ہونے کی آواز آئی۔ آنکھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔

یاد دلاتے کیوں نہیں۔۔۔۔۔ اس نے پھر ہانک لگائی۔

لیکن آنکھیں چھوٹی جا رہی ہیں۔ "سرسبز کی آواز آئی۔

لیکن یہ نہیں کی۔۔۔۔۔" عمران نے بڑے وثوق سے کہہ۔

کس مصیبت میں گرفتار ہو گئی۔ کاش تہار می مدد کرنے کی کوشش نہ کرتی۔"

لیکن وہ نہیں مدد کیا ہو سکتا ہے۔ "عمران مایوسانہ لہجے میں بولا۔

اس کے گرد گڑبابت سی محسوس ہوئی اور عمران لڑکھانے لگا۔ پھر تو ایسا معلوم ہوا کہ اس نے آگیا ہو۔۔۔۔۔ سرسبز بھی شاید گر کر رہی تھیں۔

لیکن اس کے گرد گڑبابت کی حقیقت عمران پر واضح ہو چکی۔ وہ یقیناً کسی ریلوے ٹرین کے

خاتمہ تھی اور ڈھول۔ لیکن تھا جگہ ٹرین حرکت میں آئی تھی۔

"نہیں... تم... کہاں ہو...؟" اس نے سرین کی آواز سنی۔

"نہیں... تمہارے پاس..."

"اور وہ لوگ..."

"چائیں... ویسے میرا خیال ہے کہ وہ ہمیں بغیر ٹکٹ سفر کرتے ہوئے پکڑا جاتا ہے۔"

"کیا تمہاری آنکھیں کھل گئی ہیں؟"

"ول کی آنکھیں روشن ہیں... فکر نہ کرو۔"

"شاید تم جی جی صحیح الہام نہیں ہو؟ وہ جھٹکا کر چینی۔" میں اب بھی آنکھیں نہیں کھول سکتی تھی۔

"اچھا ہی ہے... اگر ان مردوروں نے تھرڈ کلاس میں بٹھایا ہے تو آنکھیں کھلنے پر تیار رہو۔"

"حت تو چین محسوس کروں گا اور شاید تمہارا بھی یہی حال ہو۔"

"خاموش رہو... تمہاری آواز زہر لگ رہی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ٹرین سرنگ میں چل رہی ہے۔"

"یہ کیسے کہہ سکتے ہو..."

"آواز کی بناء پر... ابھی تک ٹیٹا بھر کے لئے فضا میں نہیں آئی اور سردار گنڈھ لے لائن ایسی کسی بھی سرنگ سے نہیں گذرتی۔ چھوٹی چھوٹی سرنگیں ہیں۔"

"کہنا کیا چاہتے ہو..."

"شاید ہم لندن کے کسی ٹوب سے گذر رہے ہیں۔"

"میں کہتی ہوں خاموش رہو تو بہتر ہے۔"

"یہ قوف آدمی کون تھے تو نہیں ہوتے۔"

"تم خدا کے لئے خاموش ہو جاؤ۔"

"اچھی بات ہے... تم کچھ دیر پہلے بری بدکر چکی ہو اس لئے خاموش ہوا۔"

"تم مرشد کے بارے میں کیا جانتے ہو..."

"کچھ بھی نہیں... اور اسے گذر رہا تھا لوگوں کو روتے دیکھا تو خود بھی..."

"ایسی ہی عادت ہے میری... اسی لئے یہی فطرت نہیں دیکھتا... اور وہ ان مردوروں کی..."

"کیا اور اور ولن کی ماں لٹکارتی ہوئی تھی۔ غصہ اونے کھوتے دے پتر میں کیا ہوا..."

ملاپ کو دودھ چلا چلا کر پال رہی ہوں۔ اور پھر نکال دو تالی بند دقتی اور دیا ٹھانیں سے۔ اور میں..."

"تم جھوٹے ہو..."

"اچھا کبھی چلنا میرے ساتھ۔"

"میں کہتی ہوں کہ اس بند کر دیتی ہو..."

"نور دہی بولتی ہو پھر کہو اس بند کر دیتی ہو..."

"میں مرشد کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا چاہتی ہوں..."

"مگر وہ تو پتر کا ہو گیا ہے..."

"اس سے... اسی طرح شہید سے دکھاتا رہتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ابلیس آدمی کے..."

"ابھی آجائے تو مرشد ہی ہو گا..."

"ابلیس بڑی سے بڑی حماقت کر سکتا ہے لیکن آدمی کا روپ کبھی نہیں دھار سکتا..."

"اور... میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ لیکن کچھ دیکھ نہیں سکتی۔ خدا کیا بیٹائی جاتی رہی..."

"میں کہہ رہا ہوں کہ گاڑی کسی طویل سرنگ میں چل رہی ہے۔ ہم گہرے اندھیرے میں..."

"آنکھیں بند کر دو..."

"میرا اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خدا کے..."

"میرا اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خدا کے..."

"میرا اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خدا کے..."

"میرا اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خدا کے..."

"میرا اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خدا کے..."

"میرا اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خدا کے..."

"میرا اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خدا کے..."

"میرا اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خدا کے..."

"میرا اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خدا کے..."

"میرا اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خدا کے..."

"میرا اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خدا کے..."

"میرا اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خدا کے..."

"میرا اب کچھ دیر خاموش رہ کر حالات پر غور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزارت خدا کے..."

"مردوں کو کیوں پلائے گا۔۔۔؟"

"حالانکہ مردوں کو ظلام بنانے میں زیادہ فائدہ ہے۔ خیر تو تم بھی شربت فردوس کے لئے ہرگز نہیں۔۔۔ میں نے صرف ایک بار بیٹھا تھا اور اپنا سب کچھ کھو دیا تھا۔ ایک احسان نے عرض اس نے میرا سب کچھ چھین لیا۔ اس کے بعد سے صرف اس لئے اس کے قریب رہی تھی کہ کبھی تو مجھے اس کو قتل کر دینے کا موقع مل ہی جائے گا۔"

عمران کچھ نہیں بولا۔ گاڑی کی رفتار کم ہو رہی تھی اور اب آنکھوں کی جلن بھی قطعی طور پر ختم ہو گئی تھی۔ لیکن گہرے اندھیرے کی وجہ سے وہ نسرین کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ گاڑی رکنے والی ہے۔" نسرین بولی۔ "تم کیا سوچ رہے ہو۔۔۔؟"

"نہی کہ شربت فردوس پہ بغیر ہی مارا گیا۔"

"سچ بتاؤ تم کون ہو۔۔۔ تم نے کس نئی طرح ان عتیوں کو مارا تھا۔ بظاہر اول درجہ کا احمق معلوم ہوتے ہو۔"

"مقاتہ ہی میں تو سب کچھ کر بیٹھتا ہوں۔ اب وہ لوگ میری پٹنی بنا کر رکھ دیں گے۔"

"کیا یہ مرشد کوئی بڑا بد معاش ہے۔"

"نقطہ سے پوچھ رہی ہو۔۔۔؟"

"مطلب یہ کہ وہ حملہ آور اسی کے آدمی تھے۔"

"چاہے نہیں۔۔۔ اب یہ گاڑی کسی طرح رکے تو معلوم ہو کہ کیا پکڑ ہے۔"

گاڑی کی رفتار بتدریج کم ہوتی گئی اور آخر کار وہ رک گئی تھی۔ لیکن اندھیرے میں کسی کی نہیں ہوئی تھی۔ وہ سب بھی نسرین کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اب وہ دونوں بالکل خاموش تھے۔ اب تک عمران نے کسی کی بھرائی ہوئی سی آواز نہ سنی تھی۔

"کیا آپ جاگ رہے ہیں۔۔۔؟"

"یہ کون ہے۔۔۔ یہ کون بولا تھا۔۔۔؟" نسرین بے ساختہ بولی۔

"کون ہو بھائی۔۔۔ اپنا نام بتاؤ۔۔۔؟" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

"اگرے کون۔۔۔ اُدھر پورے کچھنی۔۔۔؟"

"نسرین۔۔۔؟" عمران نے طویل سانس لی۔

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔۔۔؟"

"اندھیرے سے۔۔۔ جہاں ہو۔۔۔ وہیں پڑے رہتا۔۔۔ نظر کہاں ہے۔۔۔؟"

"میں نہیں جانتا۔۔۔ آپ کے بچانے ہم دونوں کو گھیرا تھا پھر ہمارے سروں پر ضربیں لگائی گئیں اپنی بیوقوفی تو یاد ہے پتا نہیں ہڑبائی کس پر کیا گذری۔"

"میں بہت دیر سے سب کچھ سن رہا ہوں۔۔۔؟" یہ نظری کی آواز تھی۔

"جھپٹک گا۔۔۔؟" نسرین کی آواز آئی۔

"یہ لوگ کون ہیں مبرا النان۔۔۔؟" نسرین نے پوچھا۔

"وہاں جان۔۔۔ قبر تک میرا چچا نہیں چھوڑیں گے۔"

"کسی نے جہنمیں پورے میچھی کہا تھا۔"

"اسی طرح مکھن لگا کر میری دولت کا سٹپا کر رہے ہیں۔"

"ان خاتون کی تعریف پورے میچھی۔۔۔؟" نسرین کی آواز آئی۔

"کس کس خاتون کی تعریف کروں۔۔۔ ہر ایک اپنی جگہ پر الجوا ہے۔۔۔؟" عمران نے اشاری سانس لے کر جواب دیا۔

وہاں اسی آواز آئی جیسے کوئی آہنی دروازہ کھولا گیا ہو۔ پھر تاراج کی روشنی میں عمران کی آنکھیں چند حیا کر رہ گئیں۔ ساتھ ہی کسی نے گرج کر کہا۔ "کوئی غیر ذمہ دارانہ حرکت موت کے دروازے پر لے جائے گی۔ لہذا جو جہاں ہے وہیں ٹھہر۔"

موت دیر سے ٹھہرے ہوئے ہیں بھائی صاحب۔۔۔؟" عمران نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دو۔۔۔؟" پھر وہی آواز آئی۔

وہ کی آدمی تھے اور مسلح معلوم ہوتے تھے۔ عمران نے تاراج کی روشنی میں تابی گتوں کی طرف دیکھی۔ ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی گئیں اور آنے والوں نے انہیں مبارکباد دی۔

وہ اپنے اتار اس کے بعد ایک تعظیم وہ سفر شروع ہوا تھا۔ ان کی آنکھیں بند تھیں اور وہ معلوم آدمیوں کے سپرد کرتے پڑے پڑے جا رہے تھے۔



وہاں چار کے سیکڑ بڑی کے پروردگار است انکلمات کی کتاب پر المرشد سے معتقد بن کی رہی۔

بنادی گئی تھی۔ یہ اسی شام کو ہوا جس دن عمران المرشد میں داخل ہوا تھا۔ عمارت کے گرد اب مسلح فوجیوں کا پہرہ تھا۔

عمران کے چار ماتحت مسند، چوہان، خاور اور صدیقی بھی فوجی انٹروں کی وردیوں میں موجود تھے۔ انہوں نے پوری عمارت کی تلاشی لے ڈالی۔ لیکن وہاں انہیں کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جو قانونی نکتہ نظر سے قابل اعتراض ہوتی۔

مرشد کا بیت بدستور موجود تھا۔

"آخر..... یہ مرشد ہے کیا یاد؟" چوہان اس کے بت کو گھورتا ہوا بڑبڑایا۔

ٹھیک اسی وقت بت سے آواز آئی۔ "مگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو اس عمارت سے فوراً لنگ دور چلے جاؤ..... صرف دس منٹ کا وقت دیا جاتا ہے۔"

"تم کون ہو..... سامنے آؤ....." مسند نے اونچی آواز میں کہا۔

"مرشد..... اب سے بھاگ جاؤ۔"

"ہمیں روحانیات سے کوئی دلچسپی نہیں۔" مسند نے شکل لہجے میں کہا۔ "سوائے"

آرمیوں کی طرح بات کرو....."

"اگر تم اس عمارت کے طے میں اب کمر مٹا رہے ہو تو شوق سے غبرو....."

آواز آئی۔ "دس منٹ بعد خوف ناک قسم کے دھماکے اسے بے حد زمین کر دیں گے۔"

مسند نے بوکھلا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"اٹکل چلو....." خاور آہستہ سے بولا۔ "ہو سکتا ہے دھمکی سچ ثابت ہو۔"

پھر وہ بہت تیزی سے باہر اٹکے تھے اور عمارت کی گھرائی پر متعین فوجیوں کو بھی وہاں لے گئے تھے۔ بچپوں پر بیٹھ کر پانچ منٹ کے اندر وہ کئی فرلانگ دور اٹکل گئے۔

ٹھیک دسویں منٹ پر سچ پھر اسرار گڈھ متعدد دھماکوں سے لرز کر رہ گیا تھا۔

بعض حصے اس طرح منہدم ہوئے تھے جیسے کسی اندھ بھیجی پتلی میں پل کر رہا ہو۔

رات گئے تک گہرا غبار سردار گڈھ کی فضا پر منڈلاتا رہا۔ مسند اور اس کے ساتھیوں نے

عمران ظفر اور جیمسن کی تلاش تھی۔

رات کے بارے بیگ تھے اور وہ سڑکوں پر بارے بارے پھر رہے تھے۔

کھیل پر اشارہ موصول ہوا۔

"ات لا مسند....." مسند نے جواب دیا اور پھر اس نے ایکس ٹو کی آواز سنی۔ بلیک زیرو

اس ٹو کی آواز میں کہیں سے خطاب کر رہا تھا۔

"تم نے عمارت کے منہدم ہوجانے والے حصے کا جائزہ لیا یا نہیں.....؟"

"جی ہاں..... ہم دیکھ چکے ہیں..... میرا خیال ہے کہ صرف وہی حصے تباہ ہوئے ہیں جہاں

تھا۔ رہے ہوں گے۔ ورنہ پوری عمارت تباہ کی جاسکتی تھی۔"

"تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ ان کی تلاش جاری رکھو..... ویسے مجھے ملنے والی

معلومات کے مطابق ایک یہ قوف سے آدمی کا جھگڑا مرشد کے معتدین سے ہوا تھا اور اساتذہ حم

ہم انہوں پر کچھ لڑکیوں نے پتھر دیا تھا اور وہ اپنی گاڑی سڑک پر پھوڑ کر المرشد کے قریبی

گاہ میں بھاگ گئے تھے پھر وہاں سے ان کی واپسی کا سراغ نہیں ملتا۔"

"پھر ہمیں اس طرف ضرور جانا چاہیے۔"

"اس وقت نہیں..... فی الحال صرف شہری آبادی تک محدود رہو..... اور اینڈ آف....."

مسند نے ٹرانس میٹر کا سوچ آف کرنے ہی والا تھا کہ دوسری آواز آئی۔

"مرشد بول رہا ہوں۔ تم سبوں پر میری نظر ہے۔ ان تینوں کے لئے..... سرگرواں

المرشد کے مشرقی حصے کا ملہ بنا کر جب چاہو ان کی لاشیں برآمد کر سکتے ہو۔"

"آل....."

مسند نے اس میں آگیا۔ اس کے پیر کانپ رہے تھے۔ اس کے تینوں ساتھی بھی قریب ہی

تھے۔ انہوں نے بھی سب کچھ سنا تھا اور گونگے ہو کر رہ گئے تھے۔

"ایک زیرو کی آواز آئی۔" کیوں.....؟ تم اس خبر سے غروں ہو گئے ہو۔"

"مرشد کی ہے جناب....." مسند بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"پھر وہاں پر واپس جاؤ..... اب تمہیں فون پر ہدایات ملیں گی۔ ٹرانس میٹر مت استعمال

ال....."

"اسی طرح کا سوچ آف کرنے ہی چاہتا تھا کہ پھر وہی آواز آئی۔" خیریت چاہتے ہو تو

اسی قسم کرو ورنہ سردار گڈھ کی ہر عمارت اسی طرح ناک کا ڈھیر ہو جائے گی۔

اور ستوا شرقی جسے کالمبہ ضرور ہوتا تھا۔

صنوبر نے جھٹکا کر سوچ آف کر دیا۔

”ستو... ستو... اور کیا کہہ رہا ہے۔“ چوہان بولا۔

”جھٹکا مار رہا ہے... میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔“

”یہ تو ہونا ہی تھا ایک دن...“ صدیقی نے دہی زبان سے کہا۔

”خاموش رہو...“ صنوبر جھنجھٹ کر بولا۔ ”میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔“

خاور نے بات آگے نہ بڑھنے دی پھر وہ نہایت خاموشی سے اپنے گھٹانوں کی طرف دیکھنے لگا۔ صنوبر کے قدم لڑکھڑاہے تھے۔

”خود کو سننا لو...“ خاور اس کا بازو پکڑتا ہوا بولا۔ ”ہمیں بھی صدمہ پہنچا ہے۔ عمران کا تیرا نہیں تھا۔“

”خاموش ہو جاؤ... مرشد بکواس کرتا ہے... عمران جیسے لوگ چوہوں کی طرح چھپ چھپ کر

کرتے۔“ صنوبر کی آواز وحشت زدہ تھی۔

”ہاں... ہاں... ہمیں بھی یقین نہیں ہے...“ خاور نے آہستہ سے کہا۔

”وہ پتہ نہیں کس لئے مشرقی جسے کالمبہ ہونا چاہتا ہے۔“

”آسے بھی دیکھ لیں گے۔“

وہ خاموشی سے چلتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد صنوبر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

”دو ستوا میری تلخ کلامی معاف کر دو... میں ایسے انداز میں عمران کا ذکر نہیں کرنا چاہتا۔“

یقین کرو...! شکر الہ الامران اس طرح نہیں مر سکتا۔“

”پھوڑو اس ذکر کو...“ یقیناً مرشد نے ہمیں غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔“

انہوں نے ودرات کسی نہ کسی طرح گزاری تھی اور صبح ہوتے ہی آپس کو کیڑا کیڑا

مطابق المرشد کے مشرقی جسے کالمبہ بنانے کا کام شروع کر دیا تھا اور پھر تین چار گھنٹوں کے بعد سچ ایسی تین لاشیں برآمد کر لی تھیں جو بڑی طرح چلی جانے کی بنا پر

ناقابل شناخت ہو گئی تھیں۔

صنوبر چکر اڑا کر گر پڑا۔



وہ چاروں ایک جیسے میں مقید تھے جس کے گرد مسلح آدمیوں کا پیرا تھا۔

پچھلے دن ان کے سفر کے اختتام پر جب آنکھوں پر پٹیاں کھولی گئی تھیں تو عمران نے خود کو

اسی میں پایا تھا جہاں کچھ دنوں پہلے وہ بند رہا کرائے گئے تھے۔

اسیران کی حالت ابتر تھی۔ زیادہ تر خاموش رہتی اور اگر کوئی اسے مخاطب کرتا تو چونک کر اس

کی آنکھیں پھاڑنے لگتی جیسے خود کو یقین دلانا چاہتی ہو کہ وہ خواب نہیں دیکھ رہی۔

جنس سب سے زیادہ لا پرواہ نظر آ رہا تھا۔ ظفر الملک نے وجہ پوچھی تو مسکرا کر

”ہو سکتا ہے زندگی مختصر ہو... اس لئے یہ عرصہ سوچ بچار میں کیوں گزارا جائے۔“

”قدیم یونان کا باشندہ معلوم ہوتا ہے۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”تو کہہ جتا نہیں کون ہو... اور کیا کرنا چاہتے ہو...“ سرین بڑبڑائی۔

”مرشدی مدد کرنا چاہتے ہیں۔“ عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔ ”کیا تم اسے قتل کرنا نہیں چاہتیں؟“

”کیا تیرا منافع...“ دو دہانوں کی طرح ہنس پڑی۔

”کیا تم نے بولا۔“ عمران نے گھڑی دیکھی دن کے نوج رہے تھے۔ صبح انہیں معقول قسم کا

خواب ملا اور ابھی تک کسی نے بھی ان سے گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

”ات عمران نے خیمے کا اچھی طرح جائزہ لیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہاں کوئی ایسی

جگہ نہیں ہے جس کے ذریعے ان کی گفتگو کہیں اور بھی نہ جاسکے۔ لہذا وہ بڑی انجمنی سے اپنے

خیمے سے گفتگو کرتا رہا تھا۔

”آپ! کیا سوچ رہے ہیں پور مجبھی...“ جنس نے دفعتاً اسے مخاطب کیا۔

”کیا تم نے مجھے کیا سوچنا چاہئے۔“

”ظفر چونک پڑا... وہ خیمے سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس کی استغابیہ آواز پر وہ بھی

بھاگتا تھا۔ سامنے سے ٹھیلہ آتی دکھائی دی۔

”کیا تم نے اس آئی اور جنس کو مرکا دکھا کر بولی۔“ تو یہ تم ہو۔ میری اس بد نصیبی کا باعث۔“

”کیا تم نے کہا تمہ... آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔“

”کیا تم نے اس صاف کر سکتے ہو لیکن آواز کا کیا کر گے۔“ ٹھیلہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"وہ تو میں اپنی ہر سالگرہ پر صاف کرا دیتا ہوں۔"

"میں تم سے بدلہ لوں گی۔"

"بالوں کی صفائی کے بعد اب مجھ میں رہائی کیا ہے کہ آپ بدلہ لیں گی۔"

"بڑی معقول بات کہہ رہا ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اب اسے معاف کر دو کہ اس وزن ساڑھے تین پونڈ سے زیادہ نہیں رہا۔"

"تم خاموش رہو۔۔۔ تم بھی میری بربادی کا باعث بنے ہو۔"

"مم۔۔۔ میں نے شاید تمہیں مرشد کے پاس دیکھا تھا۔" نسرین نے ٹھیلہ کو مخاطب کیا۔

"میں بھی تمہیں جانتی ہوں۔۔۔ تم نسرین ہو اور اب معلوم ہوا کہ تم بھی مرشد و دشمنوں میں سے ہو۔"

"تو کیا یہ لوگ سچ مرشد کے دشمن ہیں۔"

"بالکل۔۔۔ سو فیصد۔" اس نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اور یہ تو مرشد بنا بیٹھا تھا۔"

نسرین نے مسخیرانہ انداز میں پلکیں میچکاں اور عمران کو گھورتی ہوئی بولی۔ "تم مرشد و دشمن کیوں ہو گئے ہو۔"

"چلتا پھرتے کا معاملہ ہے تم اس پیکر میں نہ پڑو۔۔۔ اگر میں اس کا سہیبا نہ ہوتا تو وہ اب کونسا شتم کر چکا ہوتا۔"

"لیکن تم مفتریب قسم کر دیتے جاؤ گے۔" ٹھیلہ نے سر سے لہجے میں کہا۔

"میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکتی۔" نسرین بڑبڑائی۔

"بہر حال آپ نے اس وقت کیوں تکلیف فرمائی۔" جنسن نے ٹھیلہ کو تیز نظر دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"تم لوگ میرے چارج میں دیتے گئے ہو۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔" عمران بولا۔ "اب ہم ایک دوسرے کو اور زیادہ آگاہ کر سکیں گے۔"

"اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"ابھی تمہاری مراد تھی زیادہ نہیں ہوتی کہ ان باتوں کو سمجھ سکے۔"

"تم اپنے کو سمجھتے کیا ہو۔"

"تم بتاؤ کہ تم مجھے کیا سمجھتی ہو۔" عمران نے اتھارے انداز میں پوچھا۔

"اول درجے کا افر۔"

"شکریہ۔۔۔ تو پھر ہم شادی کب کر رہے ہیں۔"

"تمہارا داماد تو نہیں چل گیا۔"

"تو پھر تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ مجھے افر سمجھو۔"

"اور کبھی۔۔۔ آپ خواہ تو لادنا انہیں۔۔۔ ان محترمہ کو صرف مجھ سے شکایت ہوتی

کہ شہ کرانے کی جلدی میں انہیں قلعی بھول گیا تھا۔"

"واقعی نظر آنے لگے ہو۔" عمران نے اٹھتے لگتے تھے۔ "عمران بولا۔ پھر ٹھیلہ کی طرف دیکھ کر

کہا کہ انداز بالکل اہم تھا۔ ٹھیلہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اس کے توجہ بہت کمزور تھے۔

اب سر سے پٹیا جان کہاں تشریف رکھتے ہیں۔" اس نے ٹھیلہ سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔۔۔ وہ یہاں تو نہیں آئے تھے۔"

"آہا۔۔۔ کئی یہاں آچکی ہو۔"

"لیکن میں تمہیں کچھ کیوں بتاؤں۔"

"اتنا ہوا میرا اچھا تم پر بھی ایک بہت بھینک تجریہ کرنے والا ہے۔"

"بظاہر۔۔۔؟"

"میں کون بتاؤں۔۔۔؟"

"میں تو تم سے یہ معلوم کرنے آئی تھی کہ وہ پھر کو کیا کھاؤ گے۔"

"وہ کچھ کھاؤ گے۔۔۔ ویسے تمہارے لئے یہ ایک سیرا موقع ہے۔ کھانے میں ہمیں

دیکھ کر امن سمجھتی ہو۔"

"میں تو یہی کہتی لیکن مرشد کا حکم ہے تمہیں کسی قسم کی تعریف نہ ہونے پائے۔"

"عمران نسرین کی طرف دیکھ کر چکا۔ "تکناز بردست ہوتا ہوں۔"

"وہاں جانے کے لئے مڑی تھی کہ عمران بولا۔ "چلتا اچھی طرح چاہتا ہے کہ ہم

یہاں سے اکل نہیں سکتے۔ پھر اس پہرے پوکی کی کیا ضرورت ہے۔"

"مجھے مرشد نے بتایا ہے کہ تم بہت خطرناک آدمی ہو۔"

"اپنے ٹھکانے پر ضرور تھا لیکن یہاں تو کسی چوہے کی طرح بے بس ہوں۔"

"کہنا کیا چاہتے ہو۔۔۔؟"

"یہاں سے پہرہ ہٹا دیا جائے میں اپنی سخت توہین محسوس کر رہا ہوں۔"

"مرشد کی اہلات کے بغیر ناممکن ہے۔"

"ان سے کس طرح رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ میں شکوک کر رہا ہوں۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"کیا تم بھی اسی ترین کے ذریعے یہاں پہنچی تھیں۔"

"کیسی ترین۔۔۔؟" وہ عمران کو کھورتی ہوئی ہوئی۔ "مجھے تو مرشد کی روحانی قوت سے
تک پہنچنا پڑا تھا۔"

"سرور ایسا ہی ہوا ہو گا۔ اب دیکھنا کہ جتنی جہتیں اپنی روحانی قوت سے انھیں
بٹھا دے گا۔ شربت فردوس کے ملنے سمیت۔"

تخلیل نے اس ریدر کس پر ایسا مت دیا تھا جسے دل ہی دل میں عمران کو کوئی کدلی لگا
ہو پھر وہ غصے سے چلی گئی تھی۔

دو بارہ دو پہر کے کھانے کے ساتھ آئی تھی۔ ساتھ ہی خوش خبری بھی اپنی گھبراہٹ
سے پہرہ اٹھالیا گیا ہے۔

"مرشد کا خیال ہے کہ تم یہاں سے اکل نہیں سکو گے۔" اس نے کہا۔ "یہ تو
جہیں نہیں مل سکے گا جس سے پہلی بار فرار ہوئے تھے۔"

"دیکھا۔۔۔ میں نے کہنا تھا۔" عمران خوش ہو کر بولا۔ "میرے یہاں سے ہمارا
ہے۔ ہم قیوں اتنے مقروض ہیں کہ اگر وہاں کے توہین کی شکل دیکھیں تو۔۔۔؟"

"جہیں خوش مالی نصیب ہو سکتی ہے اگر مرشد کا حکم مانو۔۔۔؟"

"میرے تو ہم پہلے ہی کب علم سے باہر تھے۔۔۔ بس ذرا ہی کوہیلہ نا اہلانی
باعث بن گئی تھی۔ چچی جان کو بھی کی روٹی اور سرسوں کا ساگ پیند تھا اور میں

سرسوں صرف تیل کے لئے بنائی ہے۔ اسے ساگ کی شکل میں ضائع نہ کرنا چاہئے۔"

"چچی جان؟ کیا مطلب اورو۔ تو کیا مرشد کی بیوی۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ جیسے سال اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ اب فکر کی بات نہیں۔"

"لیکن مرشد تو کہتے ہیں کہ انہوں نے کبھی شادی ہی نہیں کی۔"

"شادی ایسی ہی باعث شرم حرکت ہے کہ کوئی بھی شریف آدمی کسی لڑکی کو اس کے بارے
میں اتنا پسند نہیں کرے گا۔"

"کھانا کھاؤ۔۔۔؟" وہ ہنستا کر بولی۔ "شاید جو کہ سے تمہارا دماغ ناف ہو رہا ہے۔"

چار دوہاں کی خوش قسمتی۔ کھانا اٹھنے والا بھی جیسے سے باہر چلا گیا تھا۔

"تم کیوں اس سے اتنی باتیں کرتے ہو؟" نسرین نے غصیلے لہجے میں عمران کو مخاطب کیا۔

"میں دکاے بغیر یہاں سے کھانا مشکل ہو گا۔"

"مجھے تو یہ جگہ سردار گڈھ سے بھی زیادہ شلاب معلوم ہوتی ہے۔"

کھانے کے بعد نسرین سو گئی تھی۔

فکر نے عمران سے کہا۔ "اتنے دنوں سے ہم بھٹک رہے ہیں لیکن ابھی تک مقصد کم از کم
نہیں مل سکا۔ آخر یہ ہستی یہاں کیوں بسائی گئی ہے اور مرشد سردار گڈھ میں
کون سا راز رکھ رہا ہے۔"

"اب کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔" عمران ایک ایک سنجیدہ نظر آنے لگا۔

ان کے استنباطیہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

نوں بارہ دو پہر طویل سانس لے کر بولا۔ "میں یہاں صرف ایک چیز تلاش کرنی چاہتا ہوں۔"

"؟"

"مرشد سردار گڈھ میں کچھ جگہ نہیں رہتا تھا۔"

"اب بھی نہیں سمجھا۔"

"میرا خیال ہے کہ میں چپ۔۔۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"؟"

"فی الحال مجھے اور سوچنے دو۔"



بستی کی شام بڑی خوش گوار تھی۔ سو دن کی آخری شعاعیں جی رہی تھیں پتلیوں پر گوارا
ہوا سونا سا دکھائی دیتا تھا۔ ہوائے جھونکے قریب طرح کی خوشبو فضا میں بکھیر رہے تھے۔
دو چاروں خیمے سے نکل آئے۔ ان کے ساتھ کوئی عمران نہیں تھا۔ بستی کے لوگ
یہ نئی روادری میں دیکھتے اور قریب سے لنگھنے چلے جاتے۔ جنسین نے ایک آواز کو متوجہ کرنا
کو شش کی تھی لیکن عمران نے اسے سختی سے منع کر دیا تھا۔

"پاکل ایسے بنے رہو جیسے جنسین ان سے کوئی سروکار نہ ہو۔" اس نے کہا۔

"لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے پورے بستی۔ یہ لوگ تو مجھے گونگے اور بہرے معلوم ہوتے ہیں۔
"بھول جاؤ کہ تم آدمیوں کے درمیان ہو۔۔۔"

"یہ ظلم ہو شر یا کاشمیر یا پارساں، معلوم ہوتا ہے۔۔۔"

"جڑو ہائے ہفت بلا میں سے ایک سمجھ لو۔۔۔ مرشد افراسیاب کی جگہ کیسا ہے گا۔
"آج کل ہم سب سدا کا سیکل زندگی بسر کر رہے ہیں۔" جنسین خوشی ظاہر کر رہا تھا۔
"ٹھیک کہتے ہو۔۔۔ اب کوئی جادو کڑی ہمیں دہادہ سردار گڈھ پہناتے گا۔ ظاہر ہے
اس ترین کے اسٹیشن کا بھی پتا نہیں لگا سکیں گے کیونکہ ہماری آنکھوں پر پٹیاں لگی ہوئی ہیں۔"

"کیا خیال ہے آپ کا۔۔۔ اور مرشد المرشد ہی سے شروع ہوتی ہوگی۔" ظفر نے کہا۔
"شاید۔۔۔" عمران نے فکر مندانہ لہجے میں جواب دیا۔

"میا تم لوگ ایسی گفتگو نہیں کر سکتے جس سے دل بیلے۔" نسرین بول پڑی۔
"دل بیلنے کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ کسی طرح مرشد تک رسائی نہ ہو
جنسین نے کہا۔

"تم کس قسم کی گفتگو پسند کرتی ہو۔۔۔" عمران نے پوچھا۔

"میں بتاتا ہوں۔۔۔" جنسین دانت نکال کر بولا۔ "فلاں کی خالافلاں کے ہم ہا۔"

بھاگ گئی۔۔۔ قلیتہ جگم کی سانس بڑی تیز لگتی ہے۔ پڑو سن کی بیٹی جلد ہی اس کی

بیرہ کے ساتھ فراہ ہو جائے گی۔۔۔ اور میں خود تو صبح فرشتہ ہوں۔"

"تم گدھے ہو۔۔۔" وہ ہنستا کر بولی۔ "میں اس قسم کی گفتگو پسند نہیں کرتا۔"

جنسین نے اسامندہ بنا کر دوسری طرف دیکھتے لگا پھر وہ چار لمبے لمبے قدم بڑھا کر ان سے دور
چلنے لگا تھا۔

عمران نے لڑکی سے کہا۔ "میرا یہ ساتھی ظفر الملک بڑا دلچسپ آدمی ہے۔ اپنی باتوں سے
دل بہلا سکتا ہے لہذا تم اس کے ساتھ رہو اور میں اس ناخبردار کی خبر لیتا ہوں جس نے تمہارا
علاقہ چھینا۔"

ظفر نے اسے سمجھ گیا تھا کہ عمران کیا چاہتا ہے لہذا فوراً ہی بول پڑا۔ "یہ بھی ضروری نہیں کہ ہم
اپنے گھروں میں۔۔۔ ہم تم کسی دوسری طرف نکل چلیں۔"

"پاکل۔۔۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

اس طرح ظفر اور نسرین ان سے الگ ہو گئے اور عمران نے آگے بڑھ کر جنسین کو روک دیا۔
"میں یہاں ٹینک پر تو آئے نہیں ہیں کیا خیال ہے تمہارا۔"

"ہاں میں بھی سوچ رہا ہوں کہ آخر ایک لڑکی آپ کے ساتھ کیوں پائی جاتی ہے۔"

ظفر نے ہنس دیا۔ "عمران نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"

"اے اے اے۔۔۔" ظفر اور نسرین اب ان سے بہت دور مخالف سمت میں چلنے لگے۔

ظفر ایک دو نوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔" عمران اس کی آنکھوں میں
پتلیاں بکھیر رہا تھا۔

"۔۔۔"

ظفر نے کہا۔ "میرے بعد مجھے قتل کرو دینا چاہئے تھا۔ اگر وہ کبھی اسی طرح میرے چنگل میں
آ جاتا تو میں اس کی لاش میرے سامنے پڑی ہوگی۔"

"۔۔۔"

"ظفر نے کہا۔ "میرے بعد مجھے قتل کرو دینا چاہئے تھا۔ اگر وہ کبھی اسی طرح میرے چنگل میں
آ جاتا تو میں اس کی لاش میرے سامنے پڑی ہوگی۔"

"۔۔۔"

"ظفر نے کہا۔ "میرے بعد مجھے قتل کرو دینا چاہئے تھا۔ اگر وہ کبھی اسی طرح میرے چنگل میں
آ جاتا تو میں اس کی لاش میرے سامنے پڑی ہوگی۔"

"۔۔۔"

"ظفر نے کہا۔ "میرے بعد مجھے قتل کرو دینا چاہئے تھا۔ اگر وہ کبھی اسی طرح میرے چنگل میں
آ جاتا تو میں اس کی لاش میرے سامنے پڑی ہوگی۔"

"۔۔۔"

قائم کی گئی ہے اور اسے ایک سرنگ کے ذریعہ ہمارے ملک کے ایک حصے سے ملا دیا گیا ہے۔
 "اور اس سرنگ میں فرین بھی چلتی ہے۔ یہ سب کچھ کس طرح ہوا کہ کسی کو قانون بیان
 نہ ہو سکی۔۔۔۔۔" شیمن بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”میرا خیال ہے کہ تنگ نے کسی طرح اس سرگم کو استعمال کیا ہے جس میں سیکرٹری کا
کی بار یہ داری والی گاڑی چلتی ہے۔“

”ہاں۔۔۔ ایک دوست ملک کے تعاون سے وہاں منگنیہ کی کان دریافت ہوئی تھی۔“

”تب تو ہو سکتا ہے۔۔۔ اور کہیں یہ سنگ غیر ملکی ماہرین کان کنی میں بھی نہ شامل ہو۔“

”میری داشت میں تم ٹھیک نتیجے پر پہنچے ہو۔۔۔“ مرزا نے طویل سانس لی۔

”لیکن بات اب بھی صاف نہیں ہوئی۔ آخر ہم یہاں کیوں لائے گئے ہیں۔“

”جس ملک کی سرحد میں یہ بستی قائم کی گئی ہے اس سے ہمارے اتنے اچھے تعلقات زمانہ جنگ میں ہم اس کے دوائی الے تک استعمال کر سکتے ہیں۔“

”یہ اس کا ایک ایسا دور افتادہ تجربہ ہے کہ اس طرف بھی توجہ نہیں دینی کی۔“

بہر حال میں یہ کہہ رہا تھا کہ سبک اس طرح شاید دونوں ملکوں کے تعلقات خراب
ہو گئے۔ یہ ہمارے ایک دشمن ملک کے لئے بے حد مفید ثابت ہو گا۔ زیرِ لکھنا
چھ کٹرلوں سے انجی مانی پوزیشن مستحکم کراتے رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے سبک کسی

بعد اس نے آہستہ سے کہا۔ ”اب میں بھی کچھ سمجھ رہا ہوں۔“

"میں اپنی حرکتوں کی وجہ سے دور دور تک بدنام ہوں۔" عمران نے لعلہ کو

”اور میرا باپ مرکزی محکمہ سرائف و سانی کا سربراہ ہے فرض کرو اگر سنگ نہارے ملک میں بنا
وہاں یہاں اسٹیل کر کے آیا ہو۔ اگر اس کا ذخیرہ مجھ سمیت یہاں دریافت کر لیا جائے تو تم
کو یہ کہ اس کا انتظام کیا ہو گا۔“

”میرے خدا!...“ جیسے اچھیل پڑا۔ چند لمحے عمران کو حیرت سے دیکھتا ہوا بولا ”میں آپ
 ملن ہوں۔ آپ اسی لئے زعمہ ہیں کہ وہ آپ کو اسی طرح استعمال کرنا چاہتا ہے۔“

وہ تو ان ملکوں کے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ " عمران مایہ سہانہ انداز میں سر ہلکا کر بولا۔
"اے میں اسی کتبہ نظر سے یہاں اپنے کام کا آغاز کرنا ہو گا۔"

میں نے کہا: "میں نے لایا وہی سے کہا۔"

اپنے ایک نعلی مولیٰ... "جس نے تکرار کچھ میں بولا۔" اس ہستی سے واپسی پر فوراً اس کو اس ملک کی کمی و مراد شخصیت سے رابطہ قائم کرنا چاہئے تھا۔"

اس سے بھی بات نہ مٹتی۔۔۔ اس بہتی کے لوگ اسی ملک کے خاندان بدوش بھی معلوم ہوتے
تھا۔ یہ لوگ اور غیموں کی بہتی ہے۔ آن کی آن میں اسے خاندان بدوشوں کا کارواں بھی ثابت
ہوتا ہے۔ یہ لوگ بھی معاش کا یہ پہلو اور بدوشوں کا یہ پہلو ہے۔

کسی بھی معاف کا ہر پہلو اس پر روشن رہتا ہے۔

میں نے اس کے لئے اس کی عمری پر مامور کیا یا تھا کہ
 اس میں بہت سے لوگوں کی مدد کی ضرورت تھی۔

اب سنو ہمیں کیا کرنا ہے۔ میں صرف اپنی اور تھیلاری بات کر رہا ہوں۔ ان

”اس لیے ہی میں سوتا چھوڑ جائیں گے۔ تلاش کیا آٹا خیمے کے محسوس پاس ہی سے ہو گا۔“

”جی ہاں، چھوڑ دو۔۔۔۔۔ تمہیں کسی بروقت تیار رہنا ہے۔“

منہ لگایا ہے۔"

"میں جانتا ہوں کہ میرے ساتھیوں میں سے کون کس وقت کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔
ہاں اب اٹھو... واپس چلیں... اندھیرا جھیل رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے لئے یہ
استلواہ کیا گیا ہے وہ اسلحہ کے ذخیرے سے زیادہ دور نہ ہوگا۔ اس کی پشت پر بھڑکی ہوئی ہڈیاں
بہت کچھ کہتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔"

وہ دونوں اٹھ کر پھر بستی کی طرف چل پڑے۔ آہستہ آہستہ اندھیرا جھیل رہا تھا اور
گلی تھی۔

ظفر اور نسرین نیسے ہی میں موجود تھے اور انہیں ہنسنے پونے ملے تھے۔

"جناب کیا تیرا آئے..." نسرین عمران کی طرف دیکھ کر چبکی۔

"ہم بھی غم لگایا کر رہے تھے۔" نسرین نے مفہوم سمجھ میں کہا۔ "مجھے اپنی بکری یاد
تھی اور بڑبھگتی اس پر مفہوم تھے کہ ابھی تک ان کا حقیقہ نہیں ہو سکا... اسی لئے گری
پوچھا کرتی رہتی ہیں۔"

"تم اپنی پوچھ بچا کر رکھا کرو۔"

نسرین نے ہنسا کر دوسرے گوشے میں بیٹھ رہا۔ عمران جی جگے جگے حد مفہوم نظر آتے تھے
بھگی جھمن کی طرف دیکھتا اور بھگی عمران کی طرف۔ دونوں نے سکوت اختیار کر رکھا تھا۔
"پھر بوریٹ شروع ہو گئی..." نسرین عمران کو گھورتی ہوئی بولی۔

"دراصل مجھے فائدہ آرہی ہے۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ دو حقیقتیں
خاموش رہ کر صرف سوچنا چاہتا تھا۔

ٹھیکہ رات کے کھانے کے ساتھ بھی آتی تھی اور عمران اسے دیکھ کر پھر سے اسی
مذا میں آ گیا تھا جس کی نسرین متنی رہی تھی۔

"سنو... اٹھیں جی اپنے چچا سے مل کر معافی مانگنا چاہتا ہوں۔" عمران نے اسے
"تو پھر میں اس سلسلے میں کیا کر سکوں گی۔" ٹھیکہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"تم مل سکتی ہو۔"

"اگر مجھے علم ہو کہ وہ کہاں ہیں تب ہی تو مل سکتی ہوں۔"

"تم نہیں جانتی۔"

"ہرگز نہیں۔"

"عمران کے احکامات تم تک کیسے پہنچتے ہیں۔"

"میں اپنے خیمے میں ان کی آواز سنتی ہوں۔"

"آواز کہاں سے آتی ہے۔"

"مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آواز میرے دل سے آتی ہو۔"

نسرین سر اساتہ بنا کر نسرین کی طرف دیکھنے لگا اور وہ مضحکہ انداز میں ہنس پڑی۔

"کیا تم... اس طرح کیوں جی تھیں..." ٹھیکہ نسرین کو گھورتی ہوئی بولی۔

"میرے منہ لگنے کی کوشش نہ کرنا... کھال کھینچ لوں گی۔" نسرین بھی بھڑکی۔

"نہیں..." عمران دونوں کے درمیان آتا ہوا بولا۔ "آپس میں لڑائی ہوئی تو اچھا مجھے
کچھ بھی نہیں ہے دو سارے ایک دوسرے سے ٹکرانے والے ہوں۔"

"نہیں..." اتم ہنوم میں تانوں اسے۔ "ٹھیکہ آپ سے باہر ہوتی ہوئی بولی۔

"میں بھی کسی ذمہ دار ستارے سے کم نہیں... جس پر بھی دم پر گلی قیامت تک روتی رہے
کہ اللہ الہی اپنی راہ لگو... مناسب سمجھو تو مجھے اپنے خیمے میں لے جا کر بیچائی آواز سنو اور...

معافی مانگ لوں گا۔"

"نہیں... اسے پوچھنے میں ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی۔"

"اگر یہ چہ آؤ... تب تک ہم کھانا کھالیں۔"

"نسرین کو گھورتی ہوئی خیمے سے چلی گئی۔

"نسرین نے آجائے تو جگے جگے مارتی۔" نسرین بولی۔

"نسرین نے بولا۔ وہ کھانے سے فارغ ہو گئے۔ لیکن ٹھیکہ نہ چلی... وہ عمران پر ہنسا۔
"نہیں... اس نے ہاتھ
دور سے چبکی لی اور وہ ہنسا کر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ یہی نہ تو اس نے جیسے
نہیں... بلکہ اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ عمران آہستہ سے بولا۔ "کھانے
کا اہتمام اب آج ہی ہو گیا ہے۔"

اسے میں سرین بیٹھے ہی بیٹھے خراٹے لینے لگی تھی۔ عمران جیڑی سے بھکا اور اپنے بائیں
کے جوتے کا تیرہ کھولنے لگا۔ پھر جو اتار کر اس میں سے پلاسٹک کی ایک تھیلی نکالی تھی۔ گلاس
میں پانی اٹھا یا اور تھیلی اسی میں خالی کر دی۔ سفید رنگ کا شوف پانی کی کٹی پر تیر نے اکا تھا۔ اس
عمل کرنے میں چند سیکنڈ صرف ہوئے تھے۔

"اسٹی اوٹ!" اس نے گلاس جیمسن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لیکن صرف ایک گھونٹ
تینوں نے ایک ایک گھونٹ لے کر گلاس نکالی کر دی۔

"اب اسی طرح بیٹھے بیٹھے سوئے کی اوکاڑی شروع کر دو!" عمران نے سرین کی طرف اشارہ
کر کے کہا۔ "تین تو اب نہیں آئے گی۔ پھر جو کچھ بھی ہو ہونے دینا۔ تاوقتیکہ میں کچھ شرم
کر دوں۔" یہ بیکاری تو لگی ہاتھ سے... ایک بار پھر سن لو... جب تک میں کوئی قدم نہ اٹھاؤں
دونوں ہر حال میں سوئے رہے ہو گے۔"

"اوکے پور بیگنی۔" جیمسن مسکرایا۔ اس نے فوری طور پر محسوس کیا تھا کہ
اشمٹال دور ہونے لگا ہے۔

پھر پانی منٹ کے اندر اندر دو تینوں بھی کر سہوں پر بیٹھے سوئے نظر آئے۔...
گذرے اس کے بعد انہیں جیسے کے باہر کئی قدموں کی پانچیں سنائی دی تھیں لیکن جیمسن
جیسے میں داخل ہوئی تھی۔ "ارے۔" وہ بھئی۔ "اس نے اوپنی آواز میں قہقہہ لگا کر کہا۔
بیٹھے سو گئے۔" پھر اس نے انہیں نام نہام آوازیں دی تھیں مگر کسی نے جہش تک نہ کیا۔
آگے بڑھ کر ایک کو سمجھوڑا بھی تھا اس کے بعد اس نے کسی کو مخاطب کر کے اوپنی آواز
"آجاؤ...! بیوش ہو چکے ہیں۔"

چھ آدمی تین اسٹریچر سنبھالتے ہوئے جیسے میں داخل ہو گئے۔
"لائی کو نہیں اٹھوڑو... اور ان تینوں کو لے چلو۔" عمران نے تاکید کو کہتے ہوئے



آوازا گھنڈا گھنڈا گیا لیکن وہ اسٹریچر ہی پر مقیم رہے۔ انہیں اٹھا کر چلنے والے تھے
وہ بعد اسٹریچر زمین پر رکھ کر اسٹائن لگتے تھے۔ عمران کے اندر اس کے ساتھ
خاص مسافت ملے کی تھی۔ وہ میں کبھی بڑھائی پڑتی اور کبھی وہ سنبھال سکتی

لگتے۔ عمران وہ سلاخے اسٹریچر پر پڑا تھا۔ اسے یقین تھا کہ جیمسن اور ظفر کی کامیاب
کالی بھی بدستور قائم ہوگی۔

پھر شامہ ڈیرہ کھٹے کھٹے بعد وہ معلوم منزل پر پہنچ چکے تھے۔ اسٹریچر زمین پر رکھ دیئے گئے اور
ادھر کو کہتے سنا گیا۔ "اب ان پر کمبل ڈال دو۔ صبح تک سوئے رہیں گے اور تم دونوں بیٹیں شہر
کالی گرائی کرو گے۔ صبح تمہاری جگہ دوسرے ملیں گے۔"

یاد دیر بعد انہیں کمبل اوڑھ دیئے گئے اور کسی نے کہا۔ "ہم بھی لمبی تان کر سوئیں۔"

"نہیں...! ہمیں گرائی کرنی ہے۔" دوسری آواز آئی۔
"لو اس ہے...! میں تو سوتا ہوں... جب یہ صبح تک سوئے رہیں گے تو پھر ہم کیوں
کالا ہو چکے ہوں۔"

انہی بات ہے تم سو جاؤ میں تو جاگتا ہوں گا۔ میری بیب میں ایک ویلپ کتاب موجود ہے۔"
لو اس نے جھک کر کمبل سے بھاگ کر دیکھا وہ ایک موسم بقی روشن کر رہا تھا۔ دوسرا آدمی
اسے ایک پتھر سے نکال کر نظر آیا۔ موسم بقی روشن کرنے والا ایک کتاب کھولی کر اس پر
لکھا تھا۔ دونوں کی مائی گھنٹیں ان کے سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ کتاب پڑھنے والے کا رخ عمران
کے اس تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک آدمی کے خراٹے سنے۔

ادھر... نے اسے مڑ کر دیکھا تھا اور پھر کتاب کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔
لو اس نے بائیں جانب سر گھمایا۔ دوسرا اسٹریچر قریب ہی تھا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف
کالی تھا لیکن یہ نہیں دیکھیں وہ جیمسن تھا یا ظفر تینوں اسٹریچر قریب ہی قریب رکھے گئے تھے۔

یاد دیر... والا گویا دنیا مافیہا سے بے خبر ہو گیا تھا۔ عمران نے ایک بار پھر دائیں جانب سر
گھمایا تھا۔ دوسرے کے خراٹے اب بھی سنائی دے رہے تھے۔

یاد...! اٹھا... بے آواز رہتا ہوا اس آدمی کے پاس جا پہنچا جو پتھر سے اکا سو رہا تھا۔
کالی گھنٹیں اور دست اس کے سر پر رسید کر دیا۔ پھر جیڑی دیر میں کتاب پڑھنے والا سنبھل
کالی گھنٹے کو سمجھنے کی کوشش کر تا مائی گن کا رخ اس کی طرف ہو چکا تھا۔

یاد...! اٹھا... اٹھا کر خاموشی سے کھڑے ہو جاؤ۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "لیکن اٹھاتے
کالی گھنٹے الزاموں کا۔"

اس نے بول کھا کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا جس کے خراسے بند ہو چکے تھے اور اب وہ نہ ہنس پر لوند جا چکا تھا۔ بے اختیار انداز میں اس کے ہاتھ اوپر اٹھ چکے تھے۔

جنمسن نے بھپٹ کر اس کی ٹانگی گن اٹھائی تھی اور اس کے سر پر وار کرنے کی اطلاع کی۔ عمران نے جلدی سے کہا۔ "نہیں... بس اس کے ہاتھ پشت پر ہاتھ دو۔۔۔!"

ظفر نے اپنی ٹانگی کھولی اور اس کے ہاتھ پشت پر لے جا کر ہانڈے لگا۔ دوسرے خود بخود اور اس کے پیر سے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

یہ ایک خاصا کشادہ غار تھا۔ جنمسن نے موسمِ خزاں اور اس کی روشنی میں اپنے اظہارِ طرف جواب کا بازو لیے لگا۔

"وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے۔۔۔؟" عمران نے قیدی سے سوال کیا۔

"گنگ... کون... سی جگہ۔۔۔!"

"جہاں اسلحہ اکٹھا کیا گیا ہے۔"

"مم... جیسا... نہیں جانتا۔"

"تم جھوٹے ہو... اگر تمہیں منٹ کے اندر اندر میرے اس سوال کا جواب نہ ملتا تو میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

"نہیں... تم بھی... نہ بچ سکو گے۔"

"ہم بچنے کے لئے نہیں آئے۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

جنمسن نے موسمِ خزاں پر ایک جگہ رکھ دی تھی اور اب ان دونوں کے قبیلوں کو نکلنے لگا تھا۔ ان میں دو تار جھیں اور محفوظ کی بیوی امدادیہ کے چند ڈبے برآمد ہوئے۔ اس نے دونوں قبیلے کہاں کر کے اپنے شانوں میں لٹکا لئے۔

"یہ کیا ہے؟" ظفر نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"بہت بڑا مال ہے۔"

"جواب دو۔۔۔!" دفعتاً عمران قیدی کو گھورتا ہوا غریبا۔

وہ کچھ نہ بولا۔ جنمسن نے ٹانگی گن کا دست اس کی کمر پر رسید کیا اور وہ کرانہ کر دوہرا لگا۔ "سیدھے کھڑے ہو کر جواب دو ورنہ قسم کرو دیتے جاؤ گے۔ یہ شخص دھمکی نہیں دیتا۔"

"تو ہر...!" وہ ایک جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔

جنمسن نے تاریخِ روشنی کر کے بتائی ہوئی سمتِ روشنی والی جو ایک بچی سی اور لڑکچہ سی تھی۔ عمران نے ظفر کو ٹانگی گن دیتے ہوئے کہا۔ "تم نہیں گھبرو۔"

پارہو جنمسن کو ساتھ چلنے کا اشارہ کرتا ہوا اور لڑکی طرف بڑھا تھا۔ یہ دروازہ جتنی چوڑی تھی کہ اس سے ایک آدمی پہ آسانی سے گزر سکتا تھا۔ وہیں پارہ گز چلنے کے بعد وہ اس سے بھی زیادہ کشادہ غار

میں داخل ہوئے اور پھر غار میں داخل ہوتے ہی اگر عمران نے جنمسن کا منہ نہ دبا دیا ہوتا تو اس کی گردن آواز اور جھنجھکی کی آواز ہوا۔ اس کے ہاتھ کے ہاتھ بڑے ذخیرے کے ملاوٹ اور کچھ نہیں تھا۔

"گاموش...! عمران نے سرگوشی کی۔" وہ ملتا ہے یہاں سے ہماری آواز اور کہیں بچے جاتے۔"

راستوں، اسٹین گنوں، ہلکی مشین گنوں اور دستی بموں کے ذخیرے کی طرف نظر آ رہے۔ غار کی سیڑیوں اور ڈانکا ماریٹ کے بندھنوں کے قریب ہی کچھ بیوی ڈیوٹی والی بیڑیاں بھی رکھی گئی تھیں۔ بکلی کے تاروں کے پوتے پوتے لچھے بھی موجود تھے۔

دونوں کچھ دیر تک تاریخ کی روشنی میں گرد و پیش کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر عمران نے جنمسن کو اشارہ کیا۔ وہ پھر وہیں واپس آگئے جہاں قیدی اور ظفر کو چھوڑ گئے تھے۔ یہوش

کتاب کی دہلی ہی سی حالت میں سبہ حس و حرکت پڑا تھا۔

عمران چند لمبے قیدی کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "رہا تو اسے والی سرنگ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں جانتا۔"

ظفر نے یہوش آؤٹی کی طرف دیکھ کر سر کو خفیف سی جنبش دی اور جنمسن سے بولا۔ "اس کے ہاتھ میں لانے کی کوشش کرو۔"

اس کے ہاتھ کو اسے سیدھا کرنے لگا۔

"یہ تو ہر چ کا ہے۔"

اگر کہ زور سے بھی ہاتھ پڑتا ہے۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا اور دوسرے آدمی کو اشارہ کیا۔

وہ کچھ نہ بولا۔ "وہ کچھ پاتی ہوئی آواز میں بولا۔

اس بات نہیں... یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے... ویسے قہاری شکل خیموں جیسی ہے

اس لئے مجھے تم پر رحم آرہا ہے۔"

دو بجے نہ بولے۔ عمران نے جنسن کو قریب آنے کا اشارہ کرتے ہوئے غصے سے کہا۔
"نہیں ٹھہرو۔۔۔"

اب وہ دونوں اس مار کا تسمیلی جائزہ لے رہے تھے۔ نکلی کاراستہ دور نہیں تھا۔ دو غار
آئے۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ نزدیک دور کہیں بھی روشنی نہیں دکھائی دیتی تھی۔ عمران سے
روشن کرنے میں بھی احتیاط برتی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے جنسن سے کہا۔ "سنو فی الہل"
بھول جانا چاہئے کہ ہمیں یہاں سے نکالنا بھی ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے اسلحہ کا ذخیرہ تیار کر دینا۔
ایک ایک چیز پر ہماری ٹیکہ یوں کے ٹریڈ مارک اور دوسرے مخصوص نشانات موجود ہیں۔
"جیسی آپ کی مرضی۔۔۔ آپ ساتھ ہوں تو پھر مجھے بھی مستقبل کی پروا نہیں رہے گی۔"
جنسن بولا۔

"گتہ۔۔۔ تو آؤ کام شروع کریں۔ زیادہ دشواری نہیں اٹھانی پڑے گی کیونکہ ہماری
بھی وہیں موجود ہے۔"

اسلحہ والے غار میں پہنچ کر عمران نے چار کا ایک لچھا اٹھایا اور اس کے ایک سرے
ماریٹ سے انچ کر کے اسے بارود کی جلیوں پر رکھ دیا۔ جنسن کو ایک ڈرائی بیڑی کو اٹھا کر
کرتے ہوئے اس نے چار کے دو لچھے اپنے دونوں شانوں سے لٹکائے اور اس لچھے کے سرے
جسے ڈائنامائٹ سے منسلک کیا تھا نکلی کے راستے کی طرف بڑھنے لگا۔ جنسن اسے
دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں غصے کے پاس سے گذرتے چلے گئے اس نے خاموشی سے ان کے
پھر قیدی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ غار سے نکل کر عمران چار بچھا تا ہوا ایک طرف
لچھا ختم ہو گیا تو دوسرا کانڈھے سے اتار کر اس میں جوڑ دیا۔ اسی طرح تیسرا بھی کھپ کر
عمران کے اندازے کے مطابق وہ اسلحہ والے غار سے قریب اڑھائی تین فرامٹ کے فاصلے
"کیا اتنا فاصلہ کافی ہو گا۔ یعنی دھماکے کے بعد ہم محفوظ رہ سکیں گے۔" جنسن نے
"شاید۔۔۔ کیونکہ وہ جگہ خلیب میں ہے۔ ہم کافی بلندی پر آچکے ہیں۔"

کئی لچھے موجود ہیں لیکن میں دیر کرنا نہیں چاہتا۔ اب جو کچھ بھی ہو گا کرنا چاہئے۔
غصہ وہیں ان دونوں کو لاتا ہوں۔ ہمارے پاس بھی اسلحہ ہونا چاہئے۔ اس کا بھی ان کا کام

وہ چلا گیا اور جنسن بیڑی لئے چار کے دوسرے سرے کے قریب بیٹھا رہا۔ اس کی زندگی
میں اس سے زیادہ بولناک رات پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ سروی کے باوجود بھی اس کا جسم پیچھے
بھٹک رہا تھا۔ وقت تیزی سے گزرنا رہا۔ جنسن کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہیں بیٹھ کر اس
کے صدیاں گزاری ہوئیں۔ ہٹا نہیں کتنی دیر بعد وہ جیوں وہاں پہنچے تھے۔ جنسن اندازہ نہ لگا سکا۔
اور اس اپنے ساتھ تین اسٹین گنیں اور ان کے میگزین بھی لایا تھا۔ قیدیوں کی نامی گنیں شاندار
اور اس کا وز کیا تھا۔

"ایک بار پھر بچھتا ہوں اگر تم اس سرنگ سے واقف ہو تو بتا دو ورنہ ہم
اس کے قیدی بن جائیں گے۔" اس نے قیدی سے کہا۔

"بلیں کبھے میں نہیں جانتا۔۔۔ اگر جانتا ہوتا تو ضرور بتا دیتا۔" وہ گڑ گڑایا۔
"نہ۔۔۔! غلط اس کے ہاتھ کھول دو تاکہ یہ کانوں میں انگلیاں گھونس سکے اور تم دونوں
کے اہلکار انہوں میں رومال دیا اور کانوں میں انگلیاں گھونس کر اوندھے لیٹ جاؤ۔" پھر اس نے
کہا۔ "تم نے اس کے خلاف کیا تو تمہاری موت کی آواز ہم پر نہ ہوگی۔ تم یہ مافی
ہذا ان میں دہاؤ۔"

ان کے غصے کی جاتی جس سے اس کے ہاتھ ہاتھ گئے تھے اس کی طرف بڑھا دی۔ اس کے
ہاتھوں نے بیڑی کو بیڑی سے قریب اس کے فاصلے پر بٹا دیا تھا۔

انہوں نے وہ قیامت خیز دھماکہ ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے پہاڑیں کر رہ گئے ہوں۔ اور وہ
کھائی بنا۔۔۔ گویا جہنم کا دروازہ کھل گیا ہو۔ بڑے بڑے پتھروں کے ٹکڑے کی آوازوں
کا ہوا تھا۔ جگہ جگہ بھاری دھماکے اب بھی سنے جا رہے تھے۔ زمین کانپ رہی تھی اور گرم ہوا
کھڑکیوں کی جگہوں سے ہلکتے دے رہے تھے۔

گھبراہٹ دور سے آدمیوں کا شور سنائی دیا۔

"اللہ حیرا۔۔۔ لاکھ لاکھ۔۔۔ غصے۔" جنسن نے عمران کی بھرائی ہوئی سی آواز
سنائی۔ ان کی طرف بڑھ رہا تھا اور عمران کے قریب پہنچ کر بے حس و حرکت ہو گیا۔

کیا بات ہے۔۔۔! غصہ نکلا لیکن جواب نہ ملا۔
جنسن اٹھتا ہوا بولا۔ اور پھر تاریکی کی روشنی عمران پر پڑی۔

اس کا چہرہ خون میں ڈوبا ہوا تھا۔ مایا تار کو بیڑی سے منسلک کرنے کے لمحے میں وہ اپنے لئے پوری طرح غلطی تدابیر نہیں کر سکا تھا۔

”عمران صاحب...“ نظرنے دیوانوں کی طرح اسے چھوڑ کر آواز دی۔ نروں آکھیں کھول دیں اور شعلہ سی مسکراہٹ کے ساتھ ہوا۔ ”میری فکر نہ کرو... میں ٹھیک ہوں اپنی مخالفت کرو...“

اور پھر کثیف دھوئیں کا زبردست ریا آ یا اور وہ نئی طرح کھانسنے لگے۔

جیمسن عمران کے پیروں سے خون صاف کر رہا تھا اس کی پیشانی کی کھال پس کی گئی۔ شامہ بیڑی سے تار ملائے ہی دھماکے کے جھکے کی بنا پر وہ منہ کے بل گر ا تھا۔ دھوئیں کی بو اس سے ان کا دم کھٹنے لگا۔

”کوئی محفوظ جگہ تلاش کرو...“ عمران کھانستا ہوا ہوا۔

”یہاں میں آپ کو اٹھاؤں...“ جیمسن نے پوچھا۔

”نہیں... مجھے یہیں پڑا رہنے دو... میری گن چھوڑ چاہو...“

”مم... میں جگہ بتاؤں گا...“ قیدی جلدی سے ہوا۔

”میں یہیں رکوں گا...“ نظرنے جیمسن سے کہا۔ ”تم اسے لے جاؤ...“



صبح قریب ہی کے ایک ٹار میں ہوئی تھی۔ عمران اب بالکل ٹھیک تھا۔ پیشانی کے زخموں کو پتہ نہیں آتی تھی۔

”بستی یہاں سے کتنی دور ہے...“ اس نے قیدی سے پوچھا۔

”یہی کوئی ادا کی میل...“ اس نے جواب دیا۔

”مجھے حیرت ہے کہ ابھی تک کوئی بھی اوپر نہیں آیا...“ جیمسن بولا۔

”تم کیا سمجھتے ہو...“ عمران اسے گھورتا ہوا ہوا۔ ”بستی اس وقت تک حالی ہو گی...“ پھر وہ قیدی کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے اس کا مطلب سمجھ کر جلدی سے کہا۔

”خدا سمجھ رہے ہیں جناب... میں یہاں کے حالات سے بہت زیادہ واقف نہیں...“

”تم ان کے لئے کیا کرتے تھے...“

”اسلحہ کی نگرانی ابستی میں کل رات کے علاوہ کبھی نہیں کیا...“

”مکس کے لئے کام کر رہے ہو...“

”نروں دار گندہ میں کان کنوں کے ایک سپروائزر کے لئے... اس کا نام امیلی ہے...“

”کیا وہ سردار گندہ ہی کا باشندہ ہے...“

”ہی نہیں... مشرق بعید کے کسی ملک کا باشندہ ہے...“

”جگہ بتاؤ...“

”دجا پتا اور لہا سا بے بھکم آدمی ہے۔ لیکن کئی زبانیں جانتا ہے۔ اردو، اہل زبان کی طرح بولتا ہے...“

”لہا کی پتا...“ جیمسن بڑبڑایا۔ ”میرا لہا زور مست تھا...“

”اسی طرح وہ کان کی گاڑی استعمال کر سکا ہو گا...“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”لیکن یقین کیجئے... اودہ جگہ مجھے نہیں معلوم جہاں تک گاڑی مجھے لائی تھی۔ کیونکہ راستے میں میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی...“ قیدی نے کہا۔

رات کو تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ملے گئے تھے...“ عمران نے پوچھا۔

”میں نے ایک ایک جگہ ہے۔ غاروں میں...“

”ہاں میں وہاں تک لے چلو گے۔ یقین کرو میں جیمسن سلطان کو ابنا کر صاف پتلاؤں گا۔“

”میں تم سے تمہارے بیٹے ہی ہو کہ کیا ہو گا...“

”اس آپ کو وہاں لے چل سکوں گا...“

”لہا! انہوں نے پہلی کو پیر کی آواز سنی۔

”آپ باپ بیٹھے رہو...“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اس ملک کے سرحدی محافظوں کے گولی مار کر ہلاک ہو سکتا۔ ہم پر ان کی نظروں پڑنی چاہئے...“

”اے الی جگہ پر اب بھی دھواں مہلا تھا۔ پہلی کو پیر نے دو عین پیکر دکھائے اور پھر

”...“ بولی چلی گئی تھی۔

”حالات میں اس گرد گھٹال کا کوئی آدمی اس طرف رخ کرنے کی ہمت نہیں کرے گا...“

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ اب میرے ساتھی وہاں نہ ہوں گے۔" قیدی غصہ کی مناسبت سے
 کر بولا۔ "میں آپ لوگوں کا احسان مند ہوں۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ آپ مجھے باندھ کر وین
 آتے۔ ساتھ نہ لئے بھرتے۔ میرے مکان جو کچھ بھی ہے آپ کے لئے کروں گا۔ وہاں
 میرا کچھ بھی خیر ہو۔"

"میں وعدہ کر چکا ہوں کہ جیسوں ہر حال میں بچاؤں گا۔"

کچھ دیر بعد وہ پیچھے پیچھتے اس غار سے نکلے تھے اور قیدی کی رہنمائی میں ایک سو
 چڑے تھے۔ ایک بار پھر ٹیلی کوپٹر کی آواز سنائی دی اور چھپنے کے لئے انہیں راستے سے ہٹا دیا
 شام کو سرحدی محافظ پوری طرح حرکت میں آگئے تھے۔ اس بار تین ٹیلی کوپٹر تھے۔ "وہاں
 کرنے کے لئے کوئی مناسب سی بلکہ تلاش کی جا رہی تھی۔"

"آپ فکر نہ کریں اس طرح لے چلوں گا کہ کسی کی بھی نظر نہ پڑے۔" قیدی نے
 پھر وہ ایک گھنٹے کے بعد اس غار تک پہنچ گئے تھے جس کا حوالہ قیدی نے دیا تھا۔ لیکن وہاں
 کوئی بھی نہیں تھا۔ کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جس کی بنا پر کہلا سکا کہ وہاں کبھی کچھ لوگ مقیم رہتے
 "اب کیا ہوگی..." جیسوں نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ سوچنا میرا کام ہے۔۔۔ تم بالکل بے فکر ہو جاؤ۔"

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر غلطی سے بولا۔ "جیسوں کچھ یاد آیا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ شاید ہم پہلے وہاں سے گذر چکے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔۔۔ اگر وہ راستہ بند نہیں کر دیا گیا تو ہم بہ آسانی سردار گندھ کی طرف
 قیدیوں کے دونوں قبیلے جیسوں کے پاس تھے۔ ان میں سے گوشت اور نمکلی کے
 ان کے سامنے رکھ دیئے۔ دو گھنٹے بعد سفر کا آغاز ہوا تھا۔ شام ہوتے ہوتے وہ ان کے
 جہاں سے اس پر شیدہ دور سے تک راو گئی تھی جس کا اختتام سردار گندھ کے علاقے میں ہوا
 اس پر چل چکے لیکن وہ درہ نہیں نہ دکھائی دیا۔

"خیر ہمارا..." عمران بولا۔ وہ پتھروں کے اس ڈھیر کو دیکھ رہا تھا کہ وہاں کی طرف

ہو گیا تھا۔

"وہاں ٹھہر کر کے راستہ مسدود کیا گیا ہے۔" عمران نے طویل سانس

طرح پاوے کہ وہ یہیں تھا۔ لیکن ہم ان پتھروں پر چڑھ کر دوسری طرف پہنچ سکتے
 "یقیناً کرنی پڑے گی۔"

عمران ہی نے اس مہم کا آغاز کیا تھا۔ پتھروں پر کسی جگہ پھسلنے بندہ کی طرح چڑھتا چلا
 دوسروں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا کہ دوسرا درگندھ کی
 اس داخل ہو کر ایک جگہ بیٹھ گئے۔

اب تم مجھے اپنے سپرد اور مولیٰ کے بارے میں کچھ بتاؤ۔" اس نے قیدی سے کہا۔

عمران نے سزا کا حراق ہے۔۔۔ سزا سے سزا عورت پر اس کی وال ٹپکتے لگتی ہے۔ لیکن
 میں نہیں آتا کہ اس کے پاس اتنا چہرہ کہاں سے آتا ہے پانی کی طرح بہا رہا ہے۔"

عمران گندھ میں کہاں رہتا ہے۔"

تم مجھے نہیں معلوم۔"

اب تک پہنچنے میں رات کے آٹھ بج گئے تھے۔

عمران سے غمناک ہو رہے تھے۔ نو بجے کے قریب ایک ٹرس دکھائی دی دوسرا درگندھ کی
 تھی۔ اس طرح دوسرا درگندھ کے قریب پولیس اسٹیشن تک پہنچ سکے تھے۔

عمران نے عمران کو دیکھ کر "بھوت" کا نعرہ لگایا اور دوڑ کر اس سے لپٹ گیا۔ پھر انہیں
 عمران کی تو لاٹشیں تک برآمد کی جا چکی تھیں۔ ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر مولیٰ کی تلاش
 کی گئی تھی لیکن اس کا کہیں پتا نہیں تھا۔ اس کے بارے میں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا
 کہ وہ ان کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ اس سے تعلق رکھنے والے غیر ملکی بھی اس کے
 ساتھ تھے۔ البتہ ان غیر ملکیوں سے اس شہادت کا پتا ضرور معلوم ہو گیا تھا جہاں مولیٰ
 کو لے گیا۔ پولیس فورس وہاں پہنچی تو عمران بھی اس کے ساتھ تھا۔ سردار والے کے
 ہاتھ لگا کر ان کا دکھائی دیا جس پر عمران کا کام تحریر تھا۔ عمران نے ہونٹ ہچکچا کر سر کو
 اٹھانے سے بچ چکا تھا جس پر تحریر تھا۔

"مجھ سے بھی زیادہ خراب زانوے۔۔۔ اسنو۔۔۔ فی الحال تو میں

تہہ الملک چھوڑ دیا ہوں۔ لیکن اسے اچھی طرح یاد رکھنا کہ میں

نے جیسوں جس طرح استعمال کرنا چاہا تھا کر کے رہوں گا۔"

"اچھا... اچھا... میں دیکھوں گا۔" عمران سر ہلا کر بڑبڑایا اور پرچہ جتھوں کی دھڑکی
 ٹھونس لیا۔ موٹی کی رہائش گاہ کی سماشی کے بعد دو بلیک زریہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اسے ہم
 بلیک زریہ کہاں مقیم ہو گا۔ کیونکہ اس نے اس کے بارے میں اسے پہلے ہی ہدایت دی تھی۔
 زریہ اسے دیکھ کر اٹھیں پڑا۔ "آپ نے تو ماتم ہی برپا کر دیا تھا بھائی۔" وہ ٹیلیفانی ہوئی تھی۔
 یہ الا صفدر کی حالت ابتر ہے۔ جو لیا بھی آج ہی چٹکی اس کے آئینہ تو تھمے کا نام ہی نہیں رہا۔
 "ساری دنیا کی عورتیں آنسوؤں کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتیں۔"

پھر عمران نے اپنی داستان دہرائی تھی۔

"خدا کی پناہ... بلیک زریہ بھرائی ہوئی آواز میں بلا۔ "آکر آپ جانتے نہ ہیں۔"
 "ہن آگے کچھ نہ کہو... عمران ماتم اٹھا کر بلا۔ "یہ محض اتفاق تھا میرے لئے۔
 بھی علم نہ ہوتا اگر سنگ کی جھٹی کج روی زنی کے سر کس کا رخ نہ کرتی۔ ہم سب غور
 سوار ہے ہیں اب شانہ صور اسرافیل ہی ہمیں دیکھ سکے۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر بلیک زریہ بلا۔ "اب کیا کہنے کا..."

"چڑھی ملک کو حالات سے پوری طرح آگاہ کیا جائے گا۔ نوھر کے سرمدی لانا
 والی جگہ پر پہنچ گئے ہوں گے۔"

وہاں سے رخصت ہو کر عمران صفدر کے ٹھکانے پر پہنچا۔ جو لیا اور چوہان بھی وہاں
 تھے۔ اسے دیکھ کر صفدر اور چوہان پاکھوں کی طرح ہنسنے لگے۔ جو لیا... عمران
 پر کھڑی اسے گھورے ہار ہی تھی اور وہ صفدر کے سوالات کے جواب دے رہا تھا۔ جو لیا
 متوجہ نہ ہوا۔ اچانک وہ اس کی طرف جھپٹی اور گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی
 تجھے... گولی کیوں نہیں مار دیتے... بتاؤ... کہیں تو لیں... اور پھر وہ صفدر
 رونے لگی تھی۔ عمران ہواٹھوں کی طرح ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا۔

عمران سیریز نمبر 66

خونریز تصادم

(تیسرا حصہ)